بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعلیم الایمان

File H:\globe.jpg not found.

دُنیا
انسانوں کیلئے کیا ہے؟

مرتب

عبد اللہ صدیقی

ریسرچ اسکالر آف ایمانیات

زیر سرپرستی

مولانا مفتی محمد مصطفی مفتاحی

(شیخ الحدیث دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد)

ناشر

عظیم بک ڈپو دیوبند، یوپی، انڈیا

جملہ حقوق غیر محفوظ

بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی اجازت ہے۔

نام کتاب: دنیا انسانوں کے لئے کیا ہے؟

زیر سرپرستی:۔ مفتی محمد مصطفیٰ صاحب مفتاحی

مصنف: محمد عبداللہ صدیقی

سنہ اشاعت: ۲۰۰۹ء

تعداد: ۵۰۰

کمپیوٹر کتابت: محمد کلیم الدین سلمان قاسمی: 9963770669

پبلیشر

AZEEM BOOK DEPOT
JAMA MASJID ISLAMIA BAZAR, DEOBAND U.P.
Ph.No: 01336-223845, Mobile: 09997177817, 09411485040
E.mail: AZEEMBOOKDEPOT@HOTMAIL

☆حیدرآباد میں ملنے کے پتے☆

Oficemate Stationery
Behind Ganga-jamuna Hotel, Lakdi ka Pull Hyd.
Cell: 9391399079, 9966992308

Daccen Traders
Near Mughalpura Water Tank, Hyderabad.
Phone: 24521777, 24562203

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ
دنیاانسانوں کے لئے کیا ہے؟	4
کامیاب زندگی گذارنے کیلئے تین چیزوں کا جاناضروری ہے	6
دنیامیں انسان کہاں سے آرہا ہے؟	7
دنیاکودارالاسباب بناکرامتحان لیاجارہاہے	8
دنیا کے علاوہ کہیں پر بھی ایمان قبول نہیں کیا جائے گا	9
دنیاہی تمام اسٹیشنوں میں عمل کی جگہ ہے	10
دین کا ناقص تصور	12
رہبانیت اختیار کرنے کی تعلیم دیجاتی ہے	26
کچھ لوگ صرف ایمان کی ترغیب دیتے ہیں	29
دین پر چلنے سے دنیا برباد ہونے کا تصور	30
نعمتیں ملتے ہی اسلام سے بغاوت	33
ماں کے پیٹ میں اعضاء دینے کی وجہ	38
انسان آدھی عمر سوتا اور آدھی عمر جاگتا ہے	39
انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ زندگی ہے	41
دنیا کے کاروبار سے فرصت کے بعد دین پرعمل کرنے کا عقیدہ	42
دنیامیں جن وانس کوعبادت کیلئے پیدا کیا گیا	43
ایمان والا ہی اپنے آپ کو عبادت گذار بناسکتا ہے	45
دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور غیر مسلم کے لئے جنت ہے	46
دنیاعیش ومستی کرنے کی جگہ نہیں ہے	47
انسانوں ہی کا امتحان کیوں لیاجارہا ہے؟	49
زمین پر اللہ کی بڑائی قائم کرنا انسان کی ذمہ داری ہے	50
دنیا میں اللہ کی بڑائی بار بار یاد دلائی جا رہی ہے	52
دنیامیں انسان کوآزاد کیوں رکھا گیا؟	53
دنیاسے جنت یا جہنم حاصل کرنا انسان کی مرضی پر ہے	54
دنیاہی جنت یاجہنم کامال خریدنے کی جگہ	55
دنیاانسان کااصلی گھرنہیں	55
اللہ سے بڑھ کر دوسری چیزوں سے محبت کرنے والوں کوعذاب کے انتظار کی وعید	59
دنیامیں رہ کراللہ کواپنابنانے کی کوشش کریں	61
دنیاکے مقابلہ میں آخرت کی مثال	62
دنیادراصل آخرت کی کھیتی ہے	63
دنیا کی تمام چیزوں کو دو طرح سے استعمال کیا جاسکتا ہے	63
کائنات کی تمام چیزیں اسلام پر ہیں	66
دنیا میں انسان کو دوبارہ کیوں نہیں بھیجا جائے گا	67
نیکی اور بدی انسان کا تصورنہیں	68
دنیامیں امتحان کاطریقۂ کارکیارکھا گیا؟	69

اس کتاب کا
ھندی
میں ترجمہ کیا گیا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیاانسانوں کے لئے کیا ہے؟

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً وَّ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْداً جُرُزاً o (الکہف)

واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ سروسامان بھی زمین پر ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تا کہ ان لوگوں کو آزمائیں ان میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے آخر کار اس سب کو ہم چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ o وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ o (القیامۃ)

اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ جلدی حاصل ہونے والی چیز (دنیا) سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔

یہ ہر انسان کے لئے بہت ہی اہم اور ضروری سوال ہے، اس کا جواب جانے بغیر انسان دنیا کی زندگی صحیح طور پر نہیں گذار سکتا، اس کی زندگی گھاٹے اور خسارے کی ہو جاتی ہے، جب انسان دنیا میں آیا ہے تو اُسے چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے دنیا کے بارے میں مکمل جانکاری حاصل کر کے زندگی گذارے تا کہ وہ مقصد کے ساتھ زندگی گذار سکے۔

دنیا میں اکثر انسان مقصد جانے بغیر زندگی گذار رہے ہیں!

انسانوں کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے انسانوں کی ایک بڑی تعداد مقصد جانے بغیر غفلت میں زندگی گذار رہی ہے، حالانکہ انسان جب دنیا کی زندگی میں کہیں سفر کرتا ہے تو بغیر مقصد کو جانے سفر نہیں کرتا، مثلاً جب وہ دکان، دفتر یا اسکول و مدرسہ یا دنیا میں کہیں بھی اور کسی بھی جگہ جاتا ہے تو بغیر مقصد کو جانے نہیں جاتا، اگر وہ دکان جاتا ہے تو

اسے اچھی طرح معلوم رہتا ہے کہ وہ تجارت کی غرض سے دکان آیا ہے، دفتر، نوکری کرنے کے لئے جاتا، مدرسہ، اسکول اور کالج کو تعلیم حاصل کرنے کیلئے جاتا ہے، اگر کوئی انسان مقصد کو جانے بغیر سفر کرے تو وہ عقلمند اور سمجھدار نہیں سمجھا جاتا، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ وہ دنیا کی زندگی کے تمام کاموں میں پہلے مقصد کو جانتا ہے پھر عمل کرتا ہے۔

اس کے برعکس دنیا کے بارے میں انسان دنیا کی حقیقت اور مقصد کو جانے بغیر بس جانوروں کی طرح زندگی گذار رہے ہیں، حالانکہ وہ زندگی کے سفر پر ایک خاص وقت اور مدت کے لئے دنیا میں آتے ہیں اور وقت ختم ہوتے ہی دنیا سے چلے جاتے ہیں، مگر پھر بھی وہ دنیا اور دنیا کی زندگی کے بارے میں صحیح علم ہی نہیں رکھتے، ان کو دنیا کی حقیقت اور دنیا میں آنے کا مقصد ہی معلوم نہیں رہتا، اپنی اپنی مرضی سے غلط تصورات قائم کر کے گمراہی اور ناکامی کی زندگی گذارتے ہیں۔

چنانچہ بہت سارے انسان شرک، کفر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور خدا کا مقام مخلوقات کو دیتے اور رات دن خدا کی مرضی کے خلاف زندگی گذارتے ہیں، کچھ انسان دنیا کو چھوڑ کر اور دنیا کے کاروبار سے الگ رہ کر رہبانیت اور سنیاس لیکر زندگی گذارتے ہیں اور کوئی تو دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ کر اس کا عاشق اور دیوانہ بن جاتا ہے، دنیا کے ملنے پر ناچتا گاتا اور خوشیاں مناتا ہے اور دنیا کے نہ ملنے پر روتا، چیختا چلّاتا اور غم کھاتا ہے اور اپنی ساری توانائی، زور، کوشش صرف دنیا کو حاصل کرنے پر لگا دیتا ہے، کوئی دنیا کی چمک دمک، جھوٹی شان، وقتی مزے، وقتی عیش و آرام اور مختصر عزت اور نام و نمود اور وقتی سکون کی خاطر جان بوجھ کر خدا کے احکام توڑ کر زندگی گذارتا ہے، کوئی کھانے پینے، گھر بنانے، دنیا کے گناہوں کی لذتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے من چاہی خواہشات والی زندگی گذارتا ہے۔

انسانوں کی بہت بڑی تعداد مقصدِ زندگی کو جانے بغیر کچھ رسم و رواج کو ادا کرتے ہوئے زندگی گذارنے کو ہی زندگی سمجھتے ہیں، بہت سے لوگ دوسرے انسانوں کا قتل، خون، فساد، برائی پھیلا کر ان کو اپنا غلام بنا کر زندگی گذارنا ہی نیکی سمجھتے ہیں اور بعض جو مقصد زندگی

سے واقف ہیں، جان بوجھ کر مقصد کے خلاف شیطان کی پیروی میں زندگی گذارتے ہیں، زندگی کے مقصد سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے بعض کا عالم یہ ہوتا ہے کہ مختلف حالات سے نا امید ہوکر پریشان ہوجاتے ہیں اور دنیا میں رہنا ہی گوارانہیں کرتے، خودکشی کرلینا چاہتے ہیں اور کچھ کا تو یہ عالم ہے کہ وہ خدا کے بندے ہوتے ہوئے، خدا کی زمین پر خدا کے بندوں پر اپنی خدائی جتاتے اور زمین پر اپنے احکام نافذ کرکے لوگوں کو اپنی غلامی کے لئے مجبور کرتے ہیں، یہ سب ناکام اور گھاٹے والے انسانوں کی زندگیوں کا حال ہے، ایسے تمام لوگ اس دنیا کی زندگی سے نہ کوئی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور نہ دنیا میں کامیاب زندگی گذار سکتے ہیں، دنیا میں بھی خسارے میں رہتے ہیں اور آخرت میں بھی خسارے میں رہیں گے، ان کی زندگیاں دنیا اور آخرت میں گندی، ناپاک، نجس ہی ہوتی ہیں، ان کے خیالات، فکر، عقیدہ بھی گندہ اور غلط ہوتا ہے اور اعمال واخلاق بھی خراب اور دوزخی ہوتے ہیں۔

کامیاب زندگی گذارنے کیلئے تین چیزوں کا جاننا ضروری ہے!

(۱) انسان دنیا میں کہاں سے آرہا ہے؟ (۲) دنیا میں کیوں آیا ہے؟
(۳) دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد وہ کہاں جارہا ہے؟

انسان کو دنیا کی زندگی کامیاب طریقہ سے گذارنے کے لئے یہ تین سوالات کے جوابات جاننا ضروری ہے، ذراسوچئے کہ دنیا کی زندگی کے سفر میں اگر کوئی انسان ریل یا بس میں سفر کرے تو اس کو یہ معلوم رہتا ہے کہ وہ کہاں سے نکلا ہے؟ اور کیوں نکلا ہے؟ اور کہاں جارہا ہے؟ اگر کسی ریل میں سفر کرنے والے انسان سے پوچھا جائے کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں اور وہ کہے کہ نہیں معلوم! اور پوچھا جائے کہاں جارہے؟ اور وہ کہے کہ نہیں معلوم! اور دریافت کیا جائے کہ وہ کیوں ریل میں سفر کررہا ہے؟ اور وہ کہے کہ نہیں معلوم! تو ہم اس انسان کو پاگل اور بیوقوف ہی کہیں گے جو اپنے مقصد کو جانے بغیر ریل میں سفر کررہا ہے، اسی طرح دنیا کے اس سفر میں اگر ہم سے کوئی یہ سوالات کرلے اور ہم کہیں کہ نہیں معلوم تو پھر

سوچئے کہ ہم کیا ہیں؟عقلمنداور سمجھدار ہیں یا بیوقوف اور پاگل ہیں؟۔

انسانی زندگی تین حصوں پر مشتمل ہے، ایک پیدائش سے لیکر موت تک، دوسرے موت سے لیکر قیامت برپا ہونے تک، تیسرے میدان حشر سے لیکر جنت یا دوزخ تک، پہلے دو حصے بہت ہی مختصر اور چھوٹے ہیں، تیسرا حصہ بہت بڑا اور ہمیشہ ہمیشہ والا ہے، کبھی ختم ہونے والانہیں، اُسی تیسرے حصے کی تیاری کرنے کے لئے دنیا میں بھیجا جاتا ہے۔

دنیامیں انسان کہاں سے آرہاہے؟

انسان نہ درخت سے انسانی جسم میں آیا اور نہ جانوروں کی اولاد ہے، نہ خدا کا کوئی اوتار ہے اور نہ خدا کا بیٹا اور نہ کوئی جانور ترقی کرتے کرتے انسان بنا ہے، اگر انسان شروع میں بندر تھااور ترقی کرتے کرتے انسان بنا ہے تو موجودہ زمانہ میں جو بندر ہیں وہ ترقی کیوں نہیں کررہے ہیں؟ وہ بندر کے بندر ہی کیوں ہیں؟ انسان کیوں نہیں بن رہے ہیں؟ یہ بات بالکل غلط ہے، انسان ایک الگ مخلوق ہےاور بندر باقاعدہ ایک الگ مخلوق ہے۔

اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام اورحوا کی اولاد ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہی دوانسانوں سے تمام انسانوں کو پیدا فرمایا، انسان عالمِ الست سے نسل در نسل منتقل ہوتا ہوادنیا میں آرہا ہے، وہ اپنے باپ کی ریڑھ کی ہڈی میں سیال مادہ کی شکل میں تھا، پھر وہاں سے ماں کے پیٹ میں آیا، پھر ماں کے پیٹ سے منتقل ہوکر دنیا میں آتا ہےاور دنیا سے منتقل ہوکر قبر(عالم برزخ) میں جاتا ہے، پھر عالم برزخ سے منتقل ہوگا تو حشر کے میدان میں حساب وکتاب کے لئے جمع ہوگا، پھر حساب وکتاب کے بعد یا تو جنت میں جائے گا یا دوزخ میں جائے گا، غرض انسان کی زندگی سفر پر ہے، جو عالم الست سے ہوتی ہوئی مختلف اسٹیشنوں پر ٹھہرتی ہوئی گذررہی ہے، باپ کی ریڑھ کی ہڈی ایک اسٹیشن ہے، ماں کا پیٹ ایک اسٹیشن ہے، دنیاایک اسٹیشن ہے، مرنے کے بعد کی جگہ عالم برزخ ایک اسٹیشن ہے، حساب وکتاب کیلئے حشر کا میدان ایک اسٹیشن ہے، اس کا اصل ٹھکانہ جنت یا جہنم ہے۔

دنیا کو دارالاسباب بنا کر امتحان لیا جارہا ہے

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡ ءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ ۔

ترجمہ:۔اور ہم خوف وخطر، فاقہ کشی، جان ومال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے (بقرہ:)

انسان کی زندگی کے تمام اسٹیشنوں میں دنیا ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں اس کا امتحان لیا جارہا ہے اور دنیا کو دارالاسباب بنا کر امتحان اور آزمائش کی جگہ بنا دیا گیا ہے، اس امتحان کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ انسان کو نظر نہیں آتا، انسان کو اسباب کے درمیان رکھ کر اس کی ضرورتوں کو تقریباً اسباب ہی سے پورا کر کے امتحان لیا جارہا ہے، بظاہر انسان کو نفع یا نقصان اسباب کے ذریعہ ہوتا ہوا نظر آتا ہے اور انسان کی زندگی اسباب ہی سے بنتی بگڑتی نظر آتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کو اسباب کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے مگر وہ خود بظاہر کوئی کام کرتا ہوا نظر نہیں آتا، اب انسان کا یہ امتحان ہے کہ وہ اسباب کو اصل سمجھتا ہے یا اللہ تعالیٰ کو اصل؟ اسباب سے بننے بگڑنے کا تصور رکھتا ہے یا اللہ تعالیٰ سے؟ اس سے ثابت ہوا کہ دنیا میں انسان کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور مانے اور غیب پر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ ہی کی عبدیت و بندگی کرے، اگر صحیح پہچان میں غلطی ہوگئی تو اس کا ایمان ایمان نہیں کہلائے گا اور وہ دنیا میں غیر ایمان والے کی حیثیت سے زندگی گذارے گا، اس کے تمام نیک اعمال ضائع و برباد کر دئے جائیں گے، دنیا کی زندگی میں وہ صرف اسی امتحان کی خاطر رکھا گیا، آیا وہ اللہ کو بغیر دیکھے مانتا ہے یا نہیں؟ اور اپنے مرضی وخواہش سے اس کی چاہت میں زندگی کے ہر شعبہ میں اطاعت کرتا ہے یا نہیں، گو یا وہ چوبیس گھنٹے حالتِ امتحان میں ہے، اس کے پورے سفر زندگی میں دنیا ہی بہت اہم اور قیمتی اسٹیشن ہے، یہیں پر وہ اپنی آخرت بنا سکتا ہے یا بگاڑ سکتا ہے، اس اسٹیشن کی اہمیت کو وہ اگر نہیں سمجھے گا تو پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے گھاٹے اور خسارے میں مبتلا رہے گا اور یہاں سے ناکام جائے گا، پھر وہ کبھی اس دنیا میں واپس نہیں آئے گا۔

جس طرح ایک طالب علم دنیا میں تعلیمی امتحان گاہ کے وقت سے فائدہ نہ اٹھا کر پچھتاتا ہے اسی طرح انسان بھی دنیا کی زندگی سے فائدہ نہ اٹھائے گا تو آخرت میں پچھتائے گا، انسان جس چیز کو عمر اور زندگی سمجھتا ہے دراصل وہ امتحان کا وقت ہے جو اسے دنیا میں دیا گیا ہے، دنیا میں علم، روپیہ پیسہ، اولاد، جانور، جائیداد، طاقت وقوت، تندرستی، حیات، وقت، نیکی اور بدی کی تمیز، حرام وحلال کا علم یہ سب چیزیں دراصل امتحان کے لئے دی گئی ہیں، دنیا کی بہت ساری چیزوں کو استعمال کرنے کا جو حق دیا گیا وہ بھی امتحان ہی کی خاطر دیا گیا ہے، غرض زندگی ختم ہونے تک انسان حالت امتحان ہی امتحان میں ہے۔

قرآن مجید نے اس اسٹیشن کی حیثیت کو سمجھانے اور اس اسٹیشن پر صحیح زندگی گذارنے کے لئے ایمان لانے اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کی بار بار مکمل تعلیم دی ہے تا کہ انسان دنیا کی حقیقت کو سمجھ کر زندگی گذار سکے، جو لوگ خدا کو بھول کر دنیا کے اسباب میں گم ہو جاتے اور ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتے اور ان کے دیوانے بن جاتے اور آخرت کی فکر نہیں کرتے وہ فاسق و فاجر اور دنیا دار ہیں۔

دنیا کے علاوہ کہیں پر بھی ایمان قبول نہیں کیا جائے گا

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے تو کہتا ہے: اے میرے پروردگار مجھے (دنیا میں) پھر واپس بھیج دے تا کہ میں اس جگہ جسے چھوڑ آیا ہوں، نیک عمل کروں، ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہے جو وہ کہے گا''۔ (المومنون ۹۹)

انسانی زندگی کے تمام اسٹیشنوں میں دنیا ہی ایک ایسا مقام ہے جہاں انسان کو ایمان قبول کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے جس کی وجہ سے انسان کا اس اسٹیشن ہی پر ایمان معتبر اور مقبول ہوگا، اس کے علاوہ وہ کسی دوسری جگہ ایمان کا اعلان کرے یا ایمان قبول کرے تو اس کے ایمان کو رد کر دیا جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں حق چھپا ہوا ہے، دوسری جگہ چھپا ہوا نہیں رہے گا، حق کو دیکھ کر ایمان قبول کرنا کوئی کمال نہیں، حق کو بغیر دیکھے پیغمبر کی بات

پر بھروسہ کر کے ایمان قبول کرنا کمال ہے۔

ہر چیز کی جس طرح ایک روح اور جان ہے دنیا کی اصل روح ایمان ہی ہے، جس انسان میں ایمان ہے وہ حقیقت میں زندہ اور جاندار ہے اور جس میں ایمان نہیں وہ مردہ کی مانند چلتی پھرتی لاش ہے، حدیث میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ جس دن ایک بھی کلمہ گو دنیا میں نہیں رہے گا اللہ تعالیٰ اس دنیا کو فنا کر دے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی، اس لئے دنیا کی اس زندگی میں ہر انسان کو زندگی باقی رہنے تک ایمان کی حفاظت اور فکر کرنی چاہیے، اور مرتے دم تک اسلام پر زندہ رہنے اور ایمان پر خاتمہ کی دعا کرنی چاہیے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان والوں کو یہ دعا سکھائی کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرتے رہیں کہ: **''اے اللہ! اسلام پر زندہ رکھ اور موت دے تو حالت ایمان میں موت دے''**۔ غرض یہ کہ دنیا میں ایمان ہی سب سے بڑی نعمت اور قیمتی چیز ہے اور انسانوں کو اسباب کے بیچ میں رکھ کر ایمان لانے اور عمل کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے، دوسرے کسی اسٹیشن پر ایمان اور عمل کا مطالبہ بھی نہیں ہے اور نہ دوسری جگہوں پر ایمان اور عمل کو قبول کیا جائے گا۔

حشر کے میدان میں انسان اللہ تعالیٰ سے گذارش کرے گا کہ وہ اُسے پھر دنیا میں بھیج کر موقع دے کہ وہ اللہ کو مان کر اور اس کی اطاعت کر کے آئے گا، مگر اس کو دوبارہ موقع نہیں دیا جائیگا۔

دنیا ہی تمام اسٹیشنوں میں عمل کی جگہ ہے

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلاً O (الکہف:)

مال اور اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک آرائش ہے اور باقی رہ جانی والی نیکیاں ہی تیرے رب کے پاس نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں۔

اے محمد! ان سے کہو: کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام اور نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری جدوجہد راہ راست سے بھٹکی رہی اور ہو سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں''۔ (الکہف: ۱۰۵)

انسانی زندگی کے تمام اسٹیشنوں میں دنیا ہی ایک ایسا اسٹیشن ہے جہاں انسان کو اچھے اور برے اعمال کرنے کی آزادی واختیار دیا گیا، اس کے علاوہ وہ کسی دوسرے اسٹیشن پر اچھا یا برا عمل نہیں کرسکتا اور نہ دوسرے اسٹیشن دارالعمل ہیں، دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد انسان اگر اپنی ناکامی سے بچنے کے لئے ایک بار بھی دنیا میں آکر اللہ تعالیٰ کو مان کر اس پر ایمان لانا چاہے گا تو وہ دنیا میں دوبارہ واپس نہیں آسکے گا، دنیا کے علاوہ کسی دوسری جگہ پر لاکھ وہ اپنی عملی وفاداری اور فرمانبرداری کا اظہار کرے گا تو وہ قبول نہیں کی جائے گی، دوسرے اسٹیشن تو بہت دور کی بات ہے دنیا ہی میں زندگی کا وقت ختم ہوجانے، سکرات کا مرحلہ شروع ہوجانے اور عالمِ غیب کے آثار نظر آجانے کے بعد اس کے ایمان لانے کو قبول نہیں کیا جائے گا، فرعون نے ڈوبتے اور دم نکلتے وقت عذاب اور فرشتوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اقرار کیا، مگر اس کے اس وقت کے ایمان لانے کو قبول نہیں کیا گیا، جس طرح ایک انسان دکان، نوکری، اسکول جانے کے بعد ان جگہوں اور اس وقت سے ان کے مقاصد کے تحت فائدہ نہیں اٹھاتا ہے تو وہ وقت اور عمر گذر جانے کے بعد جس طرح افسوس، ندامت، حسرت اور اپنی بیوقوفی، کاہلی یا بغاوت یا سستی یا ہٹ دھرمی پر ہاتھ ملتا اور افسوس وندامت کرتا ہے، روتا اور ماتم کرتا ہے، وہی حال دنیا سے اپنی زندگی کے اوقات میں فائدہ نہ اٹھانے اور دنیا کے وقت کو برباد کرنے اور دنیا سے ناکام لوٹنے اور دنیا کی آزادی کا غلط استعمال کرنے پر ہوگا، انسان کو دنیوی امتحانات کی طرح بار بار دنیا میں آکر عمل کرنے کا موقع نہیں دیا جائے گا، آخرت کا امتحان دنیا کے امتحان کی طرح بار بار نہیں لیا جاتا، صرف ۶۰۔۷۰۔۸۰ سالوں کا موقع دے کر لیا جاتا ہے، جو لوگ دنیا کی اس زندگی میں اپنی آزادی کا غلط استعمال کر کے خدا کا انکار کرتے ہیں یا خدا کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کر کے زندگی گذارتے ہیں، وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے محروم کرتے ہیں اور اعمالِ رذیلہ کا شکار ہو کر شیطان کے گروپ میں مل جاتے ہیں، شیطان ان انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ نافرمانی اور بغاوت سکھا کر اچھے اعمال سے دور رکھتا اور برے اعمال سکھاتا ہے اور جہنم والے اعمال کے ساتھ زندگی گذارنے کی تربیت کرتا ہے۔

اکثر لوگ انسانوں کو ترکِ دنیا کی تعلیم دیتے ہیں جو مقصدِ زندگی کے خلاف ہے یا پھر ناقص اور غلط طریقوں سے دین سکھاتے ہیں جس سے دنیا کی زندگی کا مقصد برباد ہو جاتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۔ (الاعراف)

ترجمہ: جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تفریح بنالیا تھا اور جنہیں دنیا کی زندگی نے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا۔

اکثر لوگ دنیا کی حقیقت سے صحیح واقفیت نہ رہنے کی وجہ سے انسانوں کو اپاہج و معذور، مجبور و محتاج، زندگی گذارنے کے قابل بنادیتے ہیں اور انسانوں کا ذہن بنانے اور دنیا سے نفرت پیدا کرانے اور دنیا سے بالکل ہی کاٹ دینے کیلئے بزرگوں کے ایسے واقعات سناتے ہیں جس میں وہ دولت، حکومت، تجارت، اہل وعیال سے دور رہ کر بوریا نشینی کی زندگی گذارتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا سے نفرت دلانے اور دنیا کی چیزوں سے دور رکھنے ہی سے انسان اللہ تعالیٰ کا عبادت گذار بندہ بن سکتا ہے، قرآن وحدیث کی وہ تمام ترغیبات جن میں دنیا کی حیثیت کو آخرت کے مقابلہ میں بے حیثیت، بے قیمت، بے حقیقت، کھیل تماشہ، عارضی فائدہ اور دھوکہ اور ذلت بتلایا گیا ہے، ان کو ہر مسلمان کے سامنے پیش کر کے دنیا سے دور رکھنا چاہتے ہیں، لیکن ان تمام باتوں کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انسان دنیا کو چھوڑ کر دنیا سے الگ تھلگ زندگی گذارے جبکہ انسانوں کو پیدا ہی اس لئے کیا گیا کہ کون اچھے اعمال کرتا ہے؟ اور کون برائی کو پسند کرتا ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بتلایا اور تعلیم دی کہ جو چیز یہاں بوؤ گے وہی آخرت میں کاٹو گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں مسافر اور پردیسی کی طرح زندگی گذارنے کی ترغیب دی، مسافر اپنے سفر میں جس جگہ ٹھہرتا ہے اس جگہ کو اصلی ٹھکانہ نہیں سمجھتا اور نہ وہاں وقت کو ضائع و برباد کرتا ہے، وہ اپنے سفر کے دوران ایک ایک منٹ سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اس جگہ سے اپنے اصل مقصد کو حاصل کرتا ہے، اس

جگہ کو بے قیمت ، بے حقیقت اور وہاں کی لذتوں کو دھوکہ، فریب اور مختصر و عارضی سمجھ کر اس سے فرار حاصل نہیں کرتا، وہ سمجھتا ہے کہ اس جگہ کی راحتیں اور تکالیف اس کے اصل مقام کے سامنے کچھ بھی حیثیت اور وزن نہیں رکھتیں۔

قرآن وحدیث میں دنیا کی بے حقیقت والی وہ تمام باتیں ان حضرات کی تربیت اور ذہن سازی کیلئے پیش کی گئیں ہیں جن کے پاس مال ودولت اور دنیا خوب ہوتا کہ وہ اعتدال میں رہیں، دنیا کے عاشق اور اس کے دیوانے اور دولت کے بندے بن کر زندگی نہ گذاریں اور دنیا کی چمک دمک سے دھوکہ کھا کر دنیا پر رال نہ ٹپکائیں اور آخرت سے غافل ہوکر دنیا کے حرص ولالچ میں مبتلا نہ ہوجائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے تعلق سے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ مسلمان کافروں اور مشرکوں کی طرح صرف دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنا شروع کردیں اور دنیا میں پھنس کر دنیا کی محبت میں گرفتار ہوکر آخرت گنوادیں۔

قرآن مجید کی بہت ساری آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والے بندوں کو دنیا کی چمک دمک سے متاثر ہوکر آخرت سے غافل ہونے سے روکا۔

❁ چنانچہ سورۂ ال عمران میں ہے: ”(اے نبی!) دنیا کے ملکوں میں خدا کے نافرمان لوگوں کی چلت پھرت تمہیں کسی دھوکہ میں نہ ڈالدے، یہ محض چندروزہ زندگی کا تھوڑا سا لطف ہے، پھر یہ سب جہنم میں جائیں گے اور وہ براٹھکانہ ہے“۔(۱۹۶و۱۹۷)

❁ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: قیامت کے دن مرتبہ کے لحاظ سے بدترین آدمی وہ ہوگا جس نے اپنی آخرت کو دنیا حاصل کرنے کیلئے ضائع کردیا۔(ابن ماجہ)

❁ حضرت معاذؓ بن جبل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن بھیجا تو نصیحت فرمائی کہ اپنے آپ کو عیش وآرام سے بچانا اس لئے کہ اللہ کے نیک بندے عیش حاصل نہیں کرتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کسی فاسق وفاجر کی نعمت ودولت پر رشک نہ کرو اس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد اس سے کیا سلوک ہونے والا ہے۔(مشکوٰۃ)

❁ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: دنیا کو معبود بنا کر اس کے بندے نہ بن جاؤ اور

اپنا خزانہ اس ذات کے پاس جمع کرو جو کسی کی کمائی ضائع نہیں کرتا۔

❁ حضرت سعد بن مسعودؓ کا قول ہے کہ جب تم کسی ایسے انسان کو دیکھو جس کی دنیا بڑھ رہی ہے اور دین کم ہو رہا ہے، مگر وہ اس بات پر راضی اور خوش بھی ہو تو سمجھ لو کہ وہ شخص دھوکہ، گھاٹے اور فریب میں ہے کہ اس کی صورت مسخ کی جا رہی ہے اور اسے محسوس بھی نہیں ہو رہا ہے، اسلام نے انسانوں کو دولت، تجارت اور دنیا حاصل کرنے سے نہیں روکا بلکہ دنیا کا صحیح استعمال کرنے کی تعلیم دی اور ایمان والوں کو رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ o ”اے ہمارے رب! ہم کو دنیا میں بھی بھلائیاں عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائیاں عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے بچا“۔ جیسی دعا مانگنے کی تعلیم دی اور حسنہ میں دنیا کی ہر نعمت آ جاتی ہے، اگر آپ پانی مانگیں، پانی کس میں دیا جائے گا؟ گلاس میں، گلاس کے بغیر پانی نہیں دیا جاتا، بالکل اسی طرح آپ دنیا کی حسنہ مانگ رہے ہیں تو دنیا کی نعمتیں آپ کو دنیا ہی کے ذریعہ دی جائیں گی، جس طرح گلاس کو ہٹا کر پانی نہیں دیا جاتا اسی طرح دنیا کو ہٹا کر حسنہ نہیں دی جاتی، پانی کو حاصل کرنے کے لئے گلاس کو ذریعہ بنانا ہی پڑے گا، اب آپ کا کام ہے کہ آپ گلاس کی حفاظت کرتے ہوئے پانی کو خراب، گندہ اور ناپاک ہونے سے بچائیں، ورنہ وہی پانی آپ کے لئے زہر بن جائے گا، آپ چاہے اس پانی کو پاک صاف رکھیں یا گندہ، زہر آلود بنا دیں، یہ دونوں کام گلاس کے ساتھ ہی کرنا پڑے گا، اسی طرح اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے دنیا کی حسنہ (بھلائی) مانگ رہا ہے تو وہ دنیا نہیں بلکہ دنیا کی تمام نعمتیں و بھلائیاں مانگ رہا ہے اور وہ تمام نعمتیں آسمان سے نہیں ٹپکتیں بلکہ دنیا کے گلاس ہی میں رکھ کر دی✡ تی ہیں، 🗀انی❑صل کرنے کے لئے گلاس اصل اور مقصود نہیں، ذریعہ ہے، اسی ■ح حسنہ مانگنے کے لئے دنیا اصل اور مقصود نہیں بلکہ ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس ■ح دنیا کی تمام چیزوں کو ذریعہ اور واسطہ بنایا دوسری چیزوں کے ❑صل کرنے کا، اسی ■ح دنیا ذریعہ اور واسطہ ہے آخرت کی زندگی بنانے اور سنوارنے کا، اس لئے اس سے وہی کام لی✡ ئے، جس ■☠ارچ راستہ معلوم کرنے کا، قلم لکھنے کا، ☼اور

سائیکل موٹرس راستہ طے کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں، اگر ان چیزوں سے یہ کام لئے نہ جائے تو انسان ناکامی اور مشکلات کا شکار ہوجاتا ہے، اسی طرح دنیا ذریعہ ہے آخرت کمانے کا، کھیت ذریعہ ہے فصل حاصل کرنے کا، جب تک کھیت نہ ہو فصل نہیں مل سکتی، اگر دنیا سے فرار اختیار کیا تو پھر آخرت کیسے حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی وفاداری اور اطاعت گذاری کا موقع کہاں ملے گا؟ انسان کو دنیا دے کر زندگی کے مختلف شعبوں کے ذریعہ اطاعت وغلامی اور بندگی کا موقع یہیں پر دیا گیا ہے، دنیا سے ہٹا دیا جائے تو پھر اطاعت وغلامی کا موقع ہی نہیں۔

دنیا کی مثال ایک چھوٹے سے باغ کی ہے: جسے بادشاہ اپنے چند نوکروں کے حوالہ کر کے ان کو یہ ذمہ داری دیتا ہے کہ وہ صرف ۳۰؍دنوں تک اس باغ میں بادشاہ کی مرضی کے مطابق رہیں اور بادشاہ نے جن چیزوں سے روکا ہے ان سے رُکے رہیں اور جن چیزوں کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے انہیں استعمال کریں اور باغ کا سارا انتظام بادشاہ کی مرضی کے مطابق کریں، اگر وہ اس مختصر مدت میں بادشاہ کے حکم کو پورا کریں گے تو انہیں بادشاہ اپنے ملک کے فلاں فلاں حصوں کا وارث بنا کر عزت واکرام سے نوازے گا، اب نوکروں میں وہ نوکر جو بیوقوف ہوں گے باغ کے عیش وعشرت میں مست مگن ہو کر باغ کی وقتی لذتوں اور مزوں ہی کے دیوانے بن جائیں اور باغ کو گندہ اور خراب وبرباد کر دیں گے اور بادشاہ کی مرضی کے مطابق باغ کا انتظام نہ کریں گے اور جان بوجھ کر نافرمانی کریں گے اور بادشاہ کی پیشکش کو صحیح نہ مانیں گے اور باغ ہی کو سب کچھ سمجھیں گے تو وہ ذلت اور سزا کے مستحق بنیں گے اور باغ کی ۳۰؍دنوں والی مختصر زندگی کو گھاٹے اور خسارے میں گذار کر بادشاہ کی پیشکش سے محروم ہوجائیں گے۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ دنیا کے اس باغ کو ۶۰؍۷۰؍سالوں کے لئے انسانوں کو دیتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ جو انسان دنیا کے اس باغ میں اللہ تعالیٰ کے مرضی کے مطابق زندگی گذارے گا اُسے اللہ تعالیٰ جنت کا وارث بنائے گا اور جو نافرمانی اور بغاوت کرے گا اُسے جہنم میں ڈال کر ذلت اور سزا دی جائے گی، اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا کے اس باغ میں دولت کما کر عبدیت وبندگی کرنے کا حکم دیا، طاقت وقوت، اقتدار وکرسی دے کر اللہ تعالیٰ کی

عبادت و بندگی کرنے کا موقع ملا، نکاح اور اہل و عیال کے ذریعہ عبادت و بندگی کا موقع ملا تجارت اور حلال کمائی کے ذریعہ عبادت و بندگی کا موقع ملا، لوگوں کی اصلاح و تربیت کرنے کا موقع عطا کیا گیا، غرض اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اس باغ میں انسان کو مختلف شعبے عطا کرکے اپنی عبادت و بندگی کا موقع دیا۔

مگر ہمارے بعض اصلاح کرنے والے دنیا سے بے رغبتی اور دنیا سے محبت نہ کرنے اور دنیا کو حقیر اور ذلیل بتانے کی تمام باتیں ہر انسان کے سامنے پیش کرتے ہیں جو غریب ہو، اَن پڑھ ہو، اوسط درجہ کے ہوں، محنت مزدوری کرنے والے ہوں، بے دین، فاسق و فاجر کیوں نہ ہوں ملکی حالات کو دیکھے بغیر زمانے کے تقاضوں کو دیکھے بغیر دین کی اور مسلمانوں کی افادیت کو سمجھے بغیر، بس یوں ہی لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے کہتے ہیں کہ ایک وقت کے کھانے کی فکر کریں، دوسرے وقت کا کھانا جمع نہ کریں، صبح کا کھانا مل جائے تو شام کے کھانے کی فکر نہ کریں، دو چار جوڑوں سے زیادہ کپڑے نہ رکھیں، بچوں کو انگریزی تعلیم سے دور رکھیں، پیسہ جوڑ جوڑ کر نہ رکھیں، چنانچہ اسی ناقص اور محدود ذہنیت کی وجہ سے پچھلے زمانوں میں لوگ اپنی لڑکیوں کو دنیا میں پھنس جانے کے ڈر سے گھر ہی پر اَن پڑھ بنائے رکھتے تھے یا پھر صرف دینی تعلیم کے نام پر بغیر سمجھے قرآن پڑھنے، مادری زبان سیکھنے یا با تجوید ناظرہ یا حفظ قرآن کروا لینے کو کافی سمجھتے تھے اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ذکر کرنے یا بغیر سمجھے تلاوت قرآن پر خوب ثواب ملنے اور نوافل کا عادی بنانے کی ترغیبات دیتے تھے اور احساس دلاتے کہ اسی سے دنیا کی نعمتیں ملیں گی، عزت ملے گی، مسائل حل ہوں گے، جس کی وجہ سے اکثر یہ دیکھا گیا کہ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد خاص طور پر عورتیں اور حافظ قرآن، مولوی اور مولانا حضرات بسوں کے بورڈ، دفاتر کے نام، وظیفہ کے فارم، بنک میں رقم جمع کرنے اور نکالنے کے معمولی فارم، ریل ریزرویشن فارم، ہوائی جہاز کے امیگریشن فارم کی خانہ پوری کرنے کیلئے دوسرے لوگوں سے مدد مانگتے پھرتے ہیں اور دوسرے مذاہب کے مقابلے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھیک مانگتی پھرتی نظر آتی ہے، کوئی بھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی طرح مدد لینے

سے انکار اور محنت ومزدوری کا دھیان رکھنے والا نظر نہیں آتا، ذراسی تکلیف اور مصیبت پر یا تو گناہ کی طرف، حرام مال کی طرف یا بھیک کے نام پر مدد مانگنے کی طرف مائل ہوجاتے ہیں، انہی ترغیبات کی وجہ سے مسلمان نے اپنے معاشرہ میں دنیوی تعلیم کے مراکز قائم نہیں کئے اور دنیوی تعلیم کو کوئی اہمیت نہیں دی اوران کی آبادی کی بہت بڑی تعداد دنیوی تعلیم سے محروم ہے، خاص طور پرعرب علاقے کے لوگ دوسری اقوام کے محتاج ہیں، سوئی، تاگا، پین، پنسل تک باہر سے منگاتے ہیں اوراپنے حکومتی اور دفاتر کے انتظامات غیروں کے حوالے کرکے زندگی گذار رہے ہیں، غیرعرب علاقوں میں لوگوں کوقرآن فہمی کا کم اورقرآن خوانی کا زیادہ عادی بنایا گیا، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی بڑی تعداد نے اعمال رذیلہ اختیار کرتے ہوئے برکت اورثواب کی خاطر بےشعوری کے ساتھ ذکراورقرآن بغیر سمجھے پڑھنے ہی کواسلام پرزندگی گذارنا تصور کرلیاہے،لوگوں کوقرآن وحدیث کے علوم سے تربیت کرنے کے بجائے بزرگوں کی کرامتوں اوران کی بڑائی اورعبادات کے تذکروں سے دینداری پیدا کرنا چاہتے ہیں، یہی وجہ تھی کہ پچھلے زمانوں میں معرفت الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے اپنی اپنی خانقاہیں الگ الگ بنا کرلوگوں کو الگ الگ انداز سے ذکر کا عادی بنایا گیا، کہیں ذکرِ جہری اورکہیں ضرب والا ذکراورکہیں اجتماعی ذکراورکہیں اجتماعی ختم قرآن خوانی، کہیں قوالی وسماع اوررقص وسروراوروجد میں لوگوں کوغرق ہوکرشریعت کی پابندی سے دوررکھ کردین پیدا کرنے اوراللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کی تربیت کیجاتی تھی،اورکہیں بس رسولؐ کی شان اوربزرگوں کی شان میں اشعارسن کران کی تعریف میں مست مگن رہنا سکھایا جاتا تھا اورکہیں صرف مراقبے،نوافل اورتسبیحات کا عادی بنایا گیا اور قرآن مجید کی تلاوت، برکت، میت کی تکلیف کودورکرنے،ثواب پہنچانے یا بس بغیر سمجھے پڑھتے رہنے یا شیاطین کو بھگانے یاتعویذ گنڈوں کی حدتک ہی ہوکررہ گیا، بزرگوں کی یادکوقائم کرنے کے لئے اسلامی تعلیمات کے خلاف ہرمہینے کی عیدیں علٰحدہ علٰحدہ عوام سے کرائی جانے لگیں اور بہت سے لوگ صحت مند، ہاتھ پیر سے اچھے ہوتے ہوئے، خاص قسم کے کپڑے اورہیئت اختیارکرکے دنیا سے کنارہ کشی اختیارکرکے مراقبہ، ذکرونوافل کا اظہاراور

رسولؐ کی محبت کا زبانی دعویٰ کر کے گمراہ مرشد، پیر اور صوفی بنے اور لوگوں کو بالخصوص عورتوں کو اپنے اطراف جمع کر کے ان کو دین کا غلط تصور دے کر ان کے نذرانوں سے اپنا اور اپنے خاندان کا پیٹ پالنے لگے، بعض تو تصوف کے نام پر وحدت الوجود کی بھی تعلیم دے کر لوگوں کو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھنے اور فنا فی اللہ ہو جانے کی تعلیم دیتے ہیں، اسی طرح ہر زمانے کے منافقوں نے مسلمانوں میں شرکیہ عقائد و اعمال کو پھیلایا اور بے شعور مسلمان قرآن وحدیث سے تحقیق کئے بغیر مختلف تاویلات سے شرکیہ عقائد و اعمال میں گرفتار ہوتے چلے گئے اور مختلف فرقوں میں بٹتے چلے گئے، چنانچہ مسلمان کلمہ پڑھنے، رسولؐ سے محبت کا دعویٰ کرنے اور قرآن مجید بار بار تلاوت کرنے کے باوجود اسلام کا مظاہرہ اور اسلام سے تعلق قائم کرنے کیلئے سنتوں کے خلاف زیادہ زور مزاروں، عرسوں، میلوں، صندل، پنکھا، چراغاں، جھنڈا، علم، ماتم، محرم، کنڈے، گیارہویں، برسی، چہلم، تیجے سے کیا، مشرکوں کی شرکیہ حرکتوں کا جواب توحید سے دینے کے بجائے مشرکانہ جلوس اور نعرے اور شرکیہ طریقوں سے دے کر اسلام کی غیر مسلموں کے سامنے غلط تصویر پیش کی اور کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے رجوع ہونے کے بجائے بزرگوں کی مزاروں سے رجوع ہو کر سجدہ، رکوع اور طواف کرتے ہیں نیز منتیں و مرادیں سب کچھ وہاں مانگتے ہیں۔

اس کے برعکس مسلمانوں کی بڑی تعداد جو اپنے بچوں کو انگریزی اسکولوں میں پڑھاتی اور ماڈرن تعلیم دلاتی ہے وہ اپنے بچوں کو بے شعوری، رٹی رٹائی روایتی انداز کی تعلیم کے نام پر دینی تعلیم دلاتی ہے، ان کے بچے بس جسم کے نام سے مسلمان ہوتے ہیں اور برائے نام نماز روزوں کی پابندی بے شعوری کے ساتھ کرتے اور دین بیزار ہوتے، یہود و نصاریٰ کے دیوانے بنے ہوئے رہتے ہیں، یہ دونوں قسم کے انسانوں کے پاس خدا کی صحیح پہچان اور اسلام کا صحیح تصور ہی نہیں ہوتا۔

یہ تمام لوگ نہیں جانتے کہ اسلام نے جس دنیا کی مخالفت کی ہے وہ کونسی دنیا ہے اور جس دنیا کی ترغیب دی ہے وہ کونسی دنیا ہے؟ ایک مسلمان کو یہ بات اچھی طرح جاننا چاہئے

کہ وہ دنیا کے کس حصے کو چھوڑے اور کس حصے کو اپنائے ؟ موجودہ زمانہ میں خانقاہی نظام پوری طرح بگڑ جانے اور وہاں قرآن وحدیث کی تعلیم کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک طبقہ دین کا غلط تصور لیکر دین کو صرف چند رسوم کی حد تک ادا کر لینا اور دوسرا طبقہ ماڈرن تعلیم کے نام پر دنیا کی تعلیم سے آراستہ ہو کر دین کی بنیادی باتوں ہی سے ناواقف ہوتا جارہا ہے۔

اگر اسلام صرف بوریہ نشینی کی زندگی سکھاتا تو صحابہؓ میں سب کے سب غریب ہوتے اور اپنے اپنے شہروں، گھروں ہی میں محدود رہتے، ان کی زندگی نماز، روزہ، ذکر، دعاؤں اور تلاوت تک ہی محدود رہتی، مگر صحابہؓ کے حالات اور بزرگوں کے واقعات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جس حد تک دنیا حاصل کرنا تھا کیا اور اس دنیا کے ذریعہ آخرت کو کمایا اور جس دنیا سے نفرت رکھ کر دور ہونا تھا اس سے دور ہوئے اور دوزخ سے بچے۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کپڑوں کے بہت بڑے تاجر تھے، تب ہی تو وہ اسلام کی مدد ونصرت کیلئے بار بار مال اللہ کے راستہ میں دیتے تھے، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ کی دولت سے تو ہر عام وخاص مسلمان واقف ہی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے دولتمند ہونے پر ۵۰۰/سال دیر سے جنت میں جانے کا تذکرہ فرمایا، یہ لوگ بہت بڑے تاجر اور بار بار اسلام کو مضبوط کرنے اور مسلمانوں کی مدد ونصرت کرنے کیلئے بہت کثیر مال اللہ کے راستہ میں دیتے رہتے تھے، اگر وہ تاجر نہ ہوتے تو دین کی خدمت کیسے کرتے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مدینہ کے بڑے تاجروں اور دولت مند لوگوں میں سے تھے، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت طلحہ بن عبیدہؓ، حضرت زبیر ابن العوامؓ، عروہ بن جعفرؓ، انس بن مالکؓ، سعد بن ربیعؓ یہ سب صحابہ بہت دولتمند تھے، بعض صحابہؓ کے انتقال کے بعد ان کے ورثے میں سونے چاندی کی سلاخیں اور سلیں نکلیں، حضرت طلحہ بن عبیدہؓ نے ایک ہی رات میں ایک موقع پر سات لاکھ درہم اہل مدینہ میں تقسیم کیا، مدینہ میں کھجور کے باغات اور مکانات کافی بڑی بڑی قیمتوں میں فروخت ہوتے اور صحابہؓ اسے خریدتے تھے، مسلمانوں کے پاس غزوات کے بعد مال بہت آیا یہاں تک کہ ان کی حکومت آدھی دنیا پر قائم ہوگئی۔

اسی طرح امام اعظم ابوحنیفہؒ فقہ پر اتنی محنت کرنے کے باوجود کپڑوں کے بڑے تاجر تھے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اتنے بڑے پیر ہونے کے باوجود بہت بڑے تاجر تھے، آپ کی تجارت سمندروں کے راستے دوسرے ممالک میں ہوا کرتی تھی، امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے باوجود شاہی گھرانے کے دنیا کو صرف ضرورت کی حد تک ہی استعمال کیا، سیدھی سادی زندگی گذاری، یہ سب لوگ بے انتہاء مالدار ہونے کے باوجود سیدھی سادی زندگی گذاری اور اپنے مال و دولت کو اسلام کے پھیلانے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی مدد کرنے میں خرچ کیا، انہوں نے مال و دولت سے آخرت کمائی، دنیا کے لہو ولعب سے دور رہے اور دنیا کی لذتوں اور عیش و آرام کو ٹھکرا دیا۔

قرآن مجید انسانوں کو معرفت الٰہی حاصل کرنے کیلئے کہیں اپنے آپ میں اور کہیں کائنات کی چیزوں میں غور وفکر کی دعوت دیتا ہے، چنانچہ قرآن نے کہیں آسمانوں اور ستاروں اور کہیں رات و دن میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور نشانیوں کو غور کرنے کی تعلیم دی، ذرا سوچئے رات و دن بننے کا تعلق ستاروں، سیاروں، چاند و سورج کی گردش سے ہے، اس لئے انسانوں کو گویا اللہ تعالیٰ علمِ نجوم، علم فلکیات سیکھنے کی تعلیم دے رہا ہے، اس لئے کہ یہ علوم سیکھنے یا سیکھے ہوئے لوگوں سے علم حاصل کرنے کے بعد ہی غور وفکر کیا جا سکے گا۔

اسلام نے انسانوں کو کہیں اونٹ پر اور کہیں پرندوں پر اور کہیں دودھ کے نکلنے پر غور و فکر کی دعوت دی، ظاہر بات ہے کہ عام آدمی جب تک علم حیوانات سے واقف نہ ہو اس وقت تک گہرائی کے ساتھ غور وفکر نہیں کرسکتا، چنانچہ اس سے انسانوں کو گویا اللہ تعالیٰ علم حیوانات سیکھنے کی دعوت دے رہا ہے۔

اسی طرح اسلام نے انسانوں کو اپنے اندر غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو جاننے اور سمجھنے کی دعوت دی اور بتلایا کہ انسان ایک پانی کے قطرہ سے علقہ بنتا ہے پھر اس علقہ سے گوشت کا لوتھڑا پھر ہڈی، خون کا مجموعہ اور پھر نو مہینے تک تین اندھیریوں میں رہتا ہے، ظاہر بات ہے کہ آدمی جب تک انسانی میڈیکل سائنس کو نہ جانے اس پر غور وفکر نہیں کرسکتا، اس

سے معلوم ہوا کہ اسلام انسانوں کو انسانی میڈیکل سائنس سیکھنے کی دعوت دے رہا ہے۔

اسی طرح اسلام نے لوہے پر تفصیل سے تذکرہ کیا اور سامان جنگ رکھنے کی ترغیب دی ،اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کو علم معدنیات سیکھنے کی تعلیم دی گئی، اسی طرح کھجور، زیتون، انجیر اور دوسری نباتات کا ذکر کیا تو اس سے یہ تعلیم ملی کہ انسان نباتات کی سائنس جانے تب ہی وہ ان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پہچان سکتا ہے اور جڑی بوٹیوں میں ان کو استعمال کرسکتا ہے، قرآن مجید نے انسانوں کو بار بار کائنات کی مختلف چیزوں میں غور وفکر اور تفکر وتدبر کرنے کی دعوت دی ہے، انسانوں کو معرفت الٰہی کے ملنے کا ایک ہی راستہ ہے وہ ہے اپنے اور کائنات میں غور وفکر کرے، قرآن مجید قول الٰہی ہے اور کائنات فعل الٰہی ہے، اگر انسان بغیر معرفت الٰہی کے چند ذکر کے کلمات زبان سے ادا کرتا رہے تو ثواب تو مل جائے گا، مگر اس کے شعور، ادراک، اس کی عبادتوں اور اطاعتوں میں وہ جوش وجذبہ اور تڑپ نہیں رہے گی جو ایک شعوری ایمان اور معرفت الٰہی رکھنے والے میں ہوتی ہے، معرفتِ الٰہی رکھنے والا انسان زندگی کے ہر شعبے میں باشعور ہوگا، وہ دنیا کی تعلیم بھی حاصل کرے گا تو دین کے لئے، وہ دنیا اور دنیا کی دولت کمائے گا بھی تو دین کے لئے، وہ دنیا کے علوم اور دنیا کے ہنر سے دین کو اور لوگوں کو فائدہ پہنچائے گا، وہ اپنے اطراف اندھیرے یعنی شرک وکفر کو برداشت نہیں کرے گا، اس کا دین صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ وتسبیح اور بغیر سمجھے تلاوت وذکر تک اور نوافل تک ہی نہیں رہے گا، وہ اپنی اولاد کو باشعور مسلمان بنائے گا اور اس کی اولاد دین بیزار نہیں بنے گی بلکہ دین کو شوق، جذبہ اور محبت سے اختیار کرکے زندگی کے تمام شعبوں میں اولین درجہ دین ہی کو دے گی۔

یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ضابطہ رکھا ہے کہ دنیا کی نعمتیں ان لوگوں کے ساتھ نہیں رہ سکتیں یا وہ دنیا کی نعمتوں کی حفاظت نہیں کرسکتے جو علم، عقل وفہم اور بصیرت سے محروم ہوں، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز اپنے لئے پسند کرنے کی آزادی دی، علم، سلطنت اور مال، آپؑ نے علم کو ترجیح دیا، چنانچہ مال اور سلطنت خود بخود مل گئے (احیاء العلوم)، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد کے مسلمانوں کی زندگیوں پر نظر

ڈالیں گے تو انہوں نے دینداری کے ساتھ ساتھ وہ علمی کارنامے انجام دئے جن پر یورپین مورخین نے لکھا ہے کہ اگر عرب نہ ہوتے تو یورپ علم کی روشنی سے منور نہیں ہوسکتا تھا۔

- **شریف ادریسی** یہ یورپ میں جغرافیہ کا استاذ مانا جاتا ہے، یہ علم فلکیات اور جغرافیہ کا ماہر تھا۔
- **ابو القاسم مسلمہ المجرطی** یہ علوم طبعی، ریاضی کا ماہر اور امام مانا جاتا تھا۔
- **ابو علی الحسن ابن الحیطام**، یہ علم فلکیات، ریاضی اور طب میں مہارت رکھتا تھا۔
- **ابو بکر محمد بن زکریا الرازی** یہ علم طب میں ممتاز مقام رکھتا تھا۔
- **عبد الملک اصمعی** اس نے ریاضی، علم حیوانات اور علم نباتات پر خوب ریسرچ کیا، اس کے تعلق سے مشہور ہے کہ سائنس کی بنیاد ڈالنے والا یہ پہلا مسلمان شخص تھا، اس نے انسان کی پیدائش پر خوب تحقیق کی۔
- **محمد بن موسیٰ الخوارزمی** یہ علم فلکیات، علم ریاضی کا ریسرچ کرنے والا ماہر تھا، اس نے ہندسوں میں صفر کا اضافہ کر کے ان کی قدر کو بڑھایا۔
- **جابر بن حیان** اس کو تاریخ میں بانی کیمیاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس نے کیمیاء پر خوب ریسرچ کیا ہے۔
- **علی ابن سہیل ریان الطبری** یہ علم طب، فلکیات اور ریاضی کا ماہر تھا اور علم نجوم، علم معدنیات، علم جغرافیہ، کیمسٹری میں بھی ماہر تھا۔
- **ابو القاسم عباس بن خرناس**: ہوا میں اڑنے کی فکر اسی کو سب سے پہلے پیدا ہوئی، پتھر اور ریت سے شیشہ بنانے کی ایجاد اسی نے کی، اسی نے دھوپ گھڑی ایجاد کی۔
- **یعقوب بن اخی حزام**، علم حیوانات کا ماہر تھا۔
- **ابو الحسن علی المسعودی** ایک مورخ اور جغرافیہ داں تھا۔
- **ابو القاسم الزہراوی**: یہ سرجری کا ماہر تھا، آپریشن اور سرجری و پوسٹ مارٹم کرنے کا طریقہ اسی نے بتلایا، یہ سر کا آپریشن بھی کرتا تھا۔
- **بو علی سینا**: یہ علم ریاضی، طب، فلکیات، فلسفہ، منطق اور فقہ کا ماہر تھا، اس نے دس سال

کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا تھا اور ۱۷ سال کی عمر میں ماہر طب بن گیا تھا، اسی نے جسمانی حرارت ناپنے کا آلہ ایجاد کیا۔

۞ **البیرونی**: یہ ایک سیاح، علم جغرافیہ، علم طبقات الارض اور علم فلکیات کا ماہر تھا۔

۞ **عمر خیام**: یہ علم ریاضی، الجبراء، جامٹری کا ماہر تھا۔

۞ **عبداللہ بن احمد بن البیطار**: علم نباتات، جڑی بوٹیوں میں مہارت رکھتا تھا، اس نے کئی دوائیں ایجاد کیں۔

۞ **پیر محی الدین رئیس**: یہ زبردست جغرافیہ داں تھا۔ (یہ تمام مسلمان سائنسدان تھے)۔

پنڈت نہرو اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ عربوں نے سائنٹفک علوم کی بنیاد ڈال کر فادر آف ماڈرن سائنس کہلانے کے مستحق ہوگئے، پچھلے زمانوں میں اسی علمی شوق کی وجہ سے ہر مسلمان کے گھر میں ایک لائبریری اور کتب خانہ ہوتا تھا، خلیفہ ہارون رشید کی بیوی شاہی خاندان سے ہونے کے باوجود چھ لاکھ کتابیں اپنی لائبریری میں رکھتی تھیں، مسلمانوں کی لکھی ہوئی تمام علمی کتابیں سب سے پہلے فرانس پھر اٹلی اور انگلستان میں پھیلتی گئیں اور ان کے ترجمے مختلف زبانوں میں کئے گئے اور یورپ کی تقریباً تمام یونیورسٹیوں میں مدتوں تک ان کو پڑھا گیا اور دنیا میں اس وقت جو مختلف علوم ہیں ان کی بنیاد وہی کتابیں ہیں، یہ اور بات ہے کہ موجودہ زمانے میں انگریزوں نے تعصب سے ان مسلم سائنس دانوں کے نام اپنی اپنی زبانوں میں بگاڑ کر مسلمانوں کی پہچان ختم کروادی ہے۔

آج مسلمان قوم ایک ایسی قوم بن کر رہ گئی ہے جن کو علم سے کوئی واسطہ ہی نہیں رہا، اسلامی علم جو ان کی نجات کے لئے ضروری ہے، اس سے تو دن بہ دن دور ہوتے ہی جا رہے ہیں، دنیوی علوم میں بھی زیادہ سے زیادہ ان کے نوجوان میٹرک تک بھی تعلیم نہیں حاصل کرتے، جس کی وجہ سے وہ مزدوری، حمالی، واچ مین، سیکوریٹی گارڈ، چپراسی، آٹو اور کار ڈرائیور، جیسے کام کرتے ہوئے زندگی گذارتے ہیں یا بہت بڑی تعداد بھیک اور مدد پر زندگی گذارتی ہے، یہ لوگ معرفت الٰہی حاصل کرنے اور سائنس وٹکنالوجی اور ریسرچ والے علم کو

کیا سمجھیں گے، لاکھوں حفاظ وقاری ایسے ہیں جو قرآن مجید اپنے سینے میں رکھتے ہیں مگر ان آیتوں کا معنی مطلب ہی نہیں جانتے، جن علوم سے اللہ تعالیٰ کی معرفت، عظمت، پہچان، قدرت و بڑائی معلوم ہوتی ہے اور جس سے خود ان کو دنیا میں طاقتور، بڑا مقام اور اعلیٰ مقام مل سکتا ہے، اسی سے یہ سارے لوگ دور ہیں نہ اسلام کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ خود کو۔

ہمارے مصلحین کے نزدیک فقر و فاقہ کا غلط مطلب نکالا گیا فقر و فاقہ کے یہ معنیٰ نہیں کہ آدمی غریب رہے، بس ایک دن کے کھانے کی فکر کرلے، اچھے کپڑے نہ پہنے، صاف ستھرے اور پختہ مکان میں نہ رہے، دنیا کی تعلیم بس روزگار گذارنے کی حد تک ہی حاصل کرلے اور دنیا کو منہ نہ لگائے، اتنا ہی علم اور ہنر کافی ہے جس سے پیٹ بھرنے کے لئے روٹی مل جائے، حالانکہ اسلام جو دنیا سے کاٹتا اور دنیا کی محبت سے روکتا ہے وہ اس لئے کہ انسان مال و دولت، ہنر، عہدہ اور کرسی رکھتے ہوئے نیچے اتر کر زندگی گذارے، دولت رکھتے ہوئے سادہ زندگی گذاریں، دنیا آجانے کے بعد بھی اللہ کی عبدیت و بندگی کو ہر قدم پر اختیار کریں، دنیا سے اس کے گناہ کے کاموں میں دلچسپی نہ لیں اور نہ خواہشات نفسانی کے شکار بن جائیں اور اپنے مال اور محنت کو مٹی اور گارے پر خرچ نہ کریں، فضول خرچی سے کنجوسی سے بچیں، صحابہؓ کا یہی حال تھا، وہ مال و دولت سے دور نہیں تھے، جب اسلامی فتوحات خوب ہونے لگیں تو مسلمانوں کے پاس مال غنیمت بہت آیا، اس کے باوجود صحابہؓ سب کچھ رکھتے ہوئے سیدھی سادی زندگی گذاری اور دنیا کی نام و نمود چمک دھمک، عیش والی زندگی سے دور رہ کر دنیا میں دن گذارے اور دنیا کے دیوانے اور پرستار نہیں بنے۔

اسلام انسانوں کو تہذیب و تمدن اور دنیا کے علوم حاصل کرنے سے نہیں روکتا اور نہ دنیا سے فرار ہونے کی تعلیم دیتا ہے اور نہ صرف مسجد اور مصلّے کے ہو کر بیٹھ جانے کی تعلیم دیتا ہے اور نہ لوگوں کے بھیک کے ٹکڑوں پر زندگی گذارنے کو پسند کرتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنگ بدر کے قیدیوں کو مدینہ لایا گیا تو آپؐ نے ہر قیدی کے ذمہ یہ فدیہ مقرر کیا کہ وہ مدینے کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ترغیب دی کہ علم

حاصل کرنے کے لئے اگر چین بھی جانا پڑے تو جائیں:

یہ انسان جو امیرِ بحر و بر ہے قلم لے لو تو پل میں جانور ہے

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا اگر کوئی شباب میں علم حاصل نہ کرے تو اس پر چار تکبیرات کہہ دو یعنی اس کو جینے کا کوئی حق نہیں، اور کوئی طالب علم روزانہ کوئی نئی بات نہیں سیکھتا تو اس کے لئے سورج کا نکلنا بیکار ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ہم اللہ کی تقسیم پر راضی ہیں، ہمارے لئے اللہ نے علم رکھ دیا اور جاہلوں کیلئے مال، انبیاء نہ درہم چھوڑتے ہیں نہ دینار، وہ اپنی وراثت میں علم چھوڑتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ تم ابوالاسود دوئلی کے ساتھ مل کر عربی قواعد کو ترتیب دو۔

ایک مرتبہ صحابہؓ نے ایک صاحب کی عبادت و ذکر کی بہت تعریف کی اور کہا کہ یہ ہمارے ساتھ سفر میں ہمیشہ ذکر وعبادت میں لگے رہتے ہیں، تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ان کے مال اور جانوروں کی حفاظت کون کرتے ہیں؟ تو صحابہؓ نے کہا کہ: ہم لوگ ان کی مدد کرتے ہیں! تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ان سے بہتر تم لوگ ہو جو ان کی اعانت کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے: يَرْفَعُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٌ ۔ (۵۸:۱۱) تم میں سے جو لوگ ایمان والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے اللہ ان کو بلند درجہ عطا فرمائے گا''۔

اس لئے مسلمان دنیا کے اعتبار سے بھی اعلیٰ علم حاصل کرنے والے بنیں اور مختلف لوگ مختلف قسم کا علم حاصل کریں اور دنیا کی ہر زبان سیکھیں اور دین کے اعتبار سے بھی مضبوط اور پختہ مسلمان بن کر رہیں، زندگی کے شعبوں میں دوسروں کے غلام اور محتاج بن کر نہ رہیں، جو جس جس لائین کی محنت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس راستہ کی ہدایت دیتا ہے، دنیا کے سارے علوم سیکھیں اور ان علوم سے دنیا کے انسانوں کو فائدہ پہنچائیں، اگر مسلمان زندگی کے مختلف شعبوں کے سائنسداں بنیں گے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت خوب اچھی طرح سائنس وٹکنالوجی سے بھی سمجھا سکیں گے، آج مسلمان دنیا کی چیزوں پر ریسرچ کرنا بالکل بھول گئے، ان کو چاہئے کہ وہ اپنی

نماز، تلاوت، ذکر اور تسبیح کے ساتھ ساتھ کائنات میں غور وفکر اور ریسرچ کرکے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کا تعارف کروانے والے بنیں اور دینداری کے ساتھ ساتھ سائنس اور ٹکنالوجی کو اپنے ہاتھ میں رکھیں، مگر مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ان کے نزدیک حج پر حج اور عمروں پر عمرے کرنا دینداری ہے مگر خاندان اور معاشرہ کے بچوں کو تعلیم دے کر باشعور مسلمان بنانا دینداری نہیں، موجودہ زمانے میں جو مسلمان ڈاکٹر، انجینئر، سائنسداں بنے ہوئے ہیں ان کا اسلام کے لئے کوئی Contribution (حصہ) ہی نہیں، بہت سے تو اعلیٰ تعلیم رکھتے ہوئے جسم کے نام سے مسلمان ہیں اور دہریئے جیسے خیالات رکھتے اور دین کی بنیادی باتوں ہی سے واقف نہیں ہوتے، صرف اپنی ذات کے لئے دنیا بنانے کی خاطر مال جمع کرتے ہیں، وہ دنیا کی اعلیٰ تعلیم رکھتے ہوئے اللہ کی معرفت دنیا کو نہیں سمجھا سکتے نہ کائنات کی چیزوں میں غور وفکر کرواسکتے ہیں، اس لئے ایک مسلمان کو دنیا کی حقیقت سمجھ کر دنیا کی کن چیزوں کو ٹھکرانا ہے اور کن کن چیزوں کو اپنانا ہے جان کر زندگی گذارنا چاہئے۔

موجودہ زمانے میں مسلمان نہ سائنس وٹکنالوجی کی قوت میں آگے ہیں، نہ دین اسلام ہی کو صحیح انداز سے اختیار کئے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے ذلت ہی ذلت ان پر چھا گئی ہے، اگر وہ سائنس وٹکنالوجی میں آگے ہوتے اور دنیا کے دوسرے علوم اور زبانیں سیکھتے تو دین کی اشاعت وتبلیغ میں اور دنیا کے دوسرے انسانوں میں اسلام پھیلانا ان کے لئے بہت آسان ہوتا، وہ ٹی وی، انٹرنیٹ کو اپنے قبضے میں رکھ کر دنیا کے دوسرے انسانوں کی اسلام سے متعلق غلط فہمیاں دور کرکے اسلام کا صحیح تعارف کرواسکتے تھے، کافی عرصہ گذر جانے کے بعد اب وہ کسی قدر انگریزی سیکھنے، انگریزی پڑھنے اور سمجھنے کی طرف مائل ہو رہے ہیں، اسلامی علوم کو دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے کی ان کو نہ تڑپ ہے اور نہ وہ دوسری قوموں کی زبان جانتے ہیں، وہ مذہبی بن کر محدود انداز میں زندگی گذارتے ہیں۔

بعض لوگ رہبانیت اختیار کرنے کی تعلیم دیتے ہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے کام دھندوں میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی

جاسکتی، اس لئے وہ شادی بیاہ سے دور رہ کر، بیوی بچوں سے الگ ہو کر، گوشت نہ کھا کر، نیم برہنہ رہ کر، سنیاس لے لیتے یا نن وسترا اور بردار بن کر خدا کی عبادت کیلئے اپنے آپ کو وقف کر لیتے ہیں اور لوگوں کی بھیک، مدد اور دوسروں کے سہارے پر زندگی گذارتے ہیں۔

وہ سمجھتے ہیں کہ عورتوں اور مردوں میں رہ کر، مرغن غذائیں کھا کر اور گوشت مسالے کھانے سے، عیش و مستی اور آرام دہ سامانوں میں رہنے سے شہوت زور پکڑتی ہے، لہٰذا وہ اپنے جسم و جان کو مصیبت میں مبتلا کر کے تکالیف دے کر پھل پھلاری کھاتے، گوشت سے پرہیز کرتے اور بار بار اُپواس (روزہ) رکھتے ہیں، ان کے نزدیک شادی کرنے، دولت کمانے، اچھے مکانوں میں رہنے، آرام دہ سامانوں میں رہنے، رنگ برنگ کے کپڑے پہننے سے نفس زور پکڑتا ہے، عیش و مستی چاہتا ہے، چنانچہ وہ ایک ہی قسم اور رنگ کا کپڑا پہنتے اور زندگی بھر شادی نہ کر کے نفس اور خواہشات پر قابو پانا چاہتے ہیں، ان کے نزدیک نفس کو مردہ کرنے اور کچلنے ہی سے عبادت ہوسکتی ہے۔

انسانوں کی آبادیوں سے دور رہ کر، نوکری اور تجارت نہ کر کے، نیکی اور بدی کے ماحول سے الگ ہو کر زندگی گذارنا کوئی کمال نہیں، کمال تو یہ ہے کہ نیکی اور بدی کے ماحول میں رہے، برائی اور گناہ کی طاقت رکھتے ہوئے نیکی کریں تو یہ کمالِ انسانیت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں کو یہ تعلیم دی کہ دنیا میں رہو، دنیا کی کڑوی کسیلی باتوں کو سنو، نکاح کرو، بیوی بچوں کو حلال طریقوں سے پالو، ان کے حقوق ادا کرو، لوگوں کو نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو، حلال مال کما کر دین کی خدمت کرو، غریبوں، محتاجوں، بیواؤں اور یتیموں کی کفالت کرو، علم کو پھیلاؤ، اللہ تعالیٰ زمین پر حکومت واقتدار دے تو اللہ تعالیٰ کے نمائندے بن کر زمین پر اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرو، زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی ظاہر و قائم کرو، خیر خیرات کرو، زکوٰۃ دو، حج کرو۔

اگر انسان دنیا سے فرار اختیار کرے، یا سنیاس لے لے تو لوگوں کی اصلاح کون کرے گا، دنیا کے علوم کون سیکھائے گا، صحیح عدل وانصاف کون کرے گا، اللہ تعالیٰ کے قانون

کوکون نافذ کرے گا، زنا، رشوت، سود، لوٹ مار، قتل وغارتگری کون مٹائے گا یا مجرموں کو سزا کون دے گا، شرک کفر اور باطل کا مقابلہ کون کرے گا؟ ظلم کو کون مٹائے گا، اگر انسان گوشہ نشینی اختیار کرلے اور ذکر کرتا بیٹھا رہے تو دنیا کی آبادی جنگل کی آبادی بن کر رہ جائے گی۔

انسان اپنی فطرت کے خلاف دو قدم بھی کامیابی کے ساتھ نہیں چل سکتا، کھانا کھانا، پانی پینا، سونا، طرح طرح کے کپڑے پہننا، بیوی بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا اور کھیلنا، انسانی آبادیوں میں رہنا یہ اس کی عین فطرت اور طبیعت ہے، وہ اکیلا جنگلوں، پہاڑوں میں سنیاس لیکر پھل پھلاری، پھول پتے کھا کر، شادی بیاہ سے دور رہ کر اور صرف ایک ہی قسم کا کھانا کھا کر اور لباس پہن کر، نن، سسٹر یا برادر بن کر کامیاب زندگی نہیں گذار سکتا ہے، جس طرح ایک انسان بھوک مٹانے کے لئے غذائیں کھاتا اور ایک ہی غذا سے بیزار ہو جاتا، پیاس بجھانے کے لئے پانی پیتا اور جسم چھپانے کے لئے کپڑا پہنتا ہے، اسی طرح شہوت کے تقاضے اور نفسانی خواہش پوری کرنے کے لئے نکاح و شادی کی ضرورت رکھتا ہے، ایسی صورت میں انسان کو مختلف کھانوں سے روک دیا جائے، شادی و نکاح سے روک دیا جائے تو وہ اپنی زندگی کو بلا وجہ اپنے ہاتھوں سے تکلیف اور مصیبت میں مبتلا کر رہا ہے، فطرت کے خلاف چلنے کی کوشش کر رہا ہے جبکہ وہ اپنی فطرت کے خلاف چل ہی نہیں سکتا، اگر اس کو نکاح سے روکا جائے تو لازماً وہ گناہ اور بدکاری میں مبتلا ہو جائے گا جو معاشرہ کے بگاڑ کا ذریعہ بنتا ہے۔

انسان طرح طرح کے کھانے اور غذائیں کھانا پسند کرتا ہے، اس کو صرف ایک ہی قسم کی غذا کھانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے، انسان مختلف قسم کے کپڑے پہننا چاہتا ہے، اس کو صرف ایک ہی رنگ اور ایک ہی طرح کا لباس پہننے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے، انسان نکاح کرنا چاہتا ہے، اُسے شہوت سے نہیں روکا جاسکتا، وہ آبادیوں میں انسانوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہے اُسے اکیلا جنگلوں، پہاڑوں اور بیابانوں میں رہنے اور درختوں کے نیچے بیٹھے رہنے کی ترغیب نہیں دی جاسکتی، غرض وہ زندگی کی ایک ہی حالت سے بیزار ہو جاتا ہے، یہ اس کی فطرت ہے، اسلام نے اس کی فطرت کے مطابق یہ تعلیم دی کہ وہ دنیا کی اس امتحان گاہ میں

رہ کر حلال طریقے سے دنیا کمائے، دنیا کی حلال چیزیں کھائے، طرح طرح کے حلال مشروبات پئے، نفسانی خواہش کو جائز طریقے سے پورا کرنے کے لئے نکاح کرے، بیوی بچوں کو حلال طریقوں سے پالے، اسلام نے تزکیۂ نفس میں یہ نہیں بتلایا کہ جسم و جان کو تکلیف میں ڈال دو، نفس کو کچل دو، خواہشات کو دفن کردو بلکہ یہ بتلایا کہ نفس کی تربیت کرو، اس کو آزاد اور آوارہ بھی نہ چھوڑو اور نہ اس کے تقاضے دبا دو یا کچل دو بلکہ نفس کو اعتدال پر رکھ کر اس کی خواہشات کو جائز طریقے سے پورا کرو، نکاح کے ذریعہ نفسانی خواہش جائز طریقہ پر پوری کرو، حلال مال کمانا، حلال رزق کھانا، حرام چیزوں اور مال سے بچنا، فضول خرچی سے بچنا، حکومت و انتظامات اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کرنا یہ تقویٰ ہے، پرہیزگاری ہے، اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے اور مقصد زندگی ہے اور دنیا سے جنت کمانا ہے، اگر انسان دنیا سے فرار ہو جائے تو یہ سب کام کون کرے گا؟ اس سے معاشرے کی بربادی ہو جائے گی، لوگ چھپ چھپ کر برائی کریں گے اور دنیا کی زندگی کا مقصد ختم ہو جائے گا۔

بعض لوگ صرف ایمان کی ترغیب دیتے عمل کی اہمیت نہیں بتلاتے

اس کے علاوہ بہت سے لوگ انسانوں کو اس گمراہی میں مبتلا کرتے ہیں کہ وہ دنیا میں بس ایمان والے بن کر حالت ایمان میں زندگی گذار لیں عمل کرنے کی خاص ضرورت و اہمیت نہیں بتلاتے، ان کی یہ ترغیبات ہوتی ہیں کہ نجات کے لئے صرف ایمان ہی کافی ہے، چنانچہ وہ لوگوں کو حالت ایمان میں رہتے ہوئے گناہ اور بداعمالیوں کے ساتھ زندگی گذارنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور اللہ تعالیٰ کے رحم کا واسطہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے لوگوں کے ذہنوں سے عمل کی اہمیت کو گھٹا دیتے ہیں، اسی وجہ سے مسلمانوں کا امیج دنیا کے سامنے خراب ہوتا جا رہا ہے اور بہت سے مسلمان صرف ایمان اور کلمہ پڑھ لینے کو کافی سمجھ کر شیطان کی ترغیبات پر اسلام اور قرآن مجید کے خلاف زندگی گذارتے اور اعمال صالحہ سے دور رہتے ہیں، حالانکہ ایک انسان کو زندگی بھر اپنے ایمان کی سلامتی و بقاء اور حفاظت کے لئے ہر

لمحہ اور ہر گھڑی اعمال صالحہ کے ذریعہ ہی ایمان کی حفاظت کرنا لازمی اور ضروری ہے اس سے ایمان زندہ اور سلامت رہتا ہے، اگر ایمان والے دنیا کی اس زندگی میں اعمال صالحہ نہیں اختیار کریں گے تو ان کا ایمان روز بہ روز کمزور ہوتا چلا جائے گا اور ان کی ایمان پر واپسی مشکل ہو جائے گی، ایسے لوگوں کو سورۂ عصر میں اللہ تعالیٰ کی تاکید یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے نجات کا دارومدار ایمان اور اعمال صالحہ ہی بتلایا ہے اور جو ایمان وعمل صالح سے دور ہو ان کے لئے قسم کھا کر گھاٹے اور خسارے کا اعلان کیا ہے، قرآن مجید میں جگہ جگہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی تعلیم دی گئی ہے، اس لئے کامیابی صرف ان ہی لوگوں کی ہوگی جو ایمان کے ساتھ دنیا کی اس زندگی میں عمل صالح کریں گے، جس طرح آخرت کی کامیابی کا انحصار ایمان وعمل صالح پر ہے اسی طرح دنیا کی زندگی کی کامیابی اور سکون کا انحصار ایمان واعمال صالحہ پر ہی ہے، اگر ایمان والے اعمال صالحہ اختیار نہیں کریں گے تو دنیا میں قرآن مجید کی چلتی پھرتی مثال کہاں سے نظر آئے گی اور دنیا کی دوسری قومیں قرآن مجید اور اسلام کو کیسے سمجھ سکیں گے۔

اس طرح کی ترغیبات دینے سے پوری دنیا میں مسلمان صرف کلمہ پڑھ لینے کو مسلمانیت سمجھے ہوئے ہیں اور اعمال رذیلہ کا شکار ہو کر دنیا کی اس امتحان گاہ کے ضمنی وقت اور سرمایہ کو ضائع و برباد کر رہے ہیں۔

دنیا دار لوگوں کا خیال ہے کہ دین پر چلنے سے دنیا برباد ہو جاتی ہے

''وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ اس ہدایت کی پیروی اختیار کر لیں تو اپنی زمین سے اچک لئے جائیں گے''۔ (القصص:۵۷)

سورۃ الاعلیٰ آیات نمبر:۱۶۔و۔۱۷میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے''۔

اکثر لوگ ایمان کی کمی یا ناقص ایمان کی وجہ سے یا کافروں ومشرکوں کی چمک دمک دیکھ کر یہ تصور رکھتے ہیں کہ دین پر چلنے سے دنیا سے محرومی ہو جاتی ہے یا دین سے بہت زیادہ

دلچسپی لینے سے انسان دنیا کے قابل نہیں رہتا، یہ سراسر گمراہ کن خیالات اور بیوقوفی کی باتیں اور شیطان کا کھلا دھوکہ اور بہکاوا ہے، ایسے لوگ آسان اور آرام دہ باتوں میں اسلام پر چلتے ہیں، چنانچہ کبھی کبھی نماز پڑھنے ،ثواب کی خاطر تلاوت کر لینے اور جمعہ کا اہتمام کر لینے، رمضان کے روزے اور عیدین کی نمازیں ادا کر لینے، ختنہ کروا لینے اور اسلامی طریقے پر تجہیز وتدفین کر لینے کی حد تک ہی اسلام کی پابندی کر لینا کافی سمجھتے ہیں، اس سے زیادہ اسلام کی پابندی کرنا تشدد، انتہاء پسندی، بنیاد پرستی سمجھتے ہیں اور دنیا سے محرومی کا تصور رکھتے ہیں، وہ اپنے بچوں کو بھی دین میں زیادہ دلچسپی لینے سے منع کرتے اور دنیوی پڑھائی پر دھیان دینے کی ترغیب دیتے، مذہبی لوگوں کو حقیر اور گرا ہوا سمجھتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ دین پر چلنے والے دنیا کے قابل نہیں رہتے، جب ان کو دروس قرآن میں آکر علم حاصل کرنے کے لئے دعوت دی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمیں زیادہ علم حاصل کر کے گنہگار ہونا نہیں ہے، بس اتنا عمل کر لینا ہمارے لئے کافی ہے، وہ یہ تصور رکھتے ہیں کہ پردہ کرنے سے ہماری عورتیں اعلیٰ تعلیم سے محروم اور اور مردوں سے پیچھے رہ جائیں گی،کل کوئی مصیبت آجائے تو نوکری کر سکتی ہے، قرآن و حدیث کے علوم سیکھنے سے ہمارے بچے دنیوی تعلیم سے پیچھے رہ جائیں گے، کاروبار میں جھوٹ بولنا ضروری ہے، جھوٹ بولے بغیر کاروبار نہیں کیا جاسکتا، ماڈرن زمانہ ہے، کاؤنٹروں اور سیلس کی جگہ لڑکیوں کو کھڑا کرنے سے گاہک آتے ہیں، اگر عورتیں نوکری کریں گی تو مردوں کے لئے مدد اور گھر سکون سے چل سکتا ہے، ورنہ اس مہنگائی کے زمانہ میں ایک فرد کے کمانے سے گھر کا خرچ نہیں چل سکتا، رشوت لئے بغیر گھر کے اخراجات پورے نہیں کئے جاسکتے، گویا شیطان کے بہکاوے میں آکر وہ اس طرح اپنے ذہن کو بنا کر دنیا کی اس قیمتی زندگی کو اسلام کے خلاف گذار کر جہنم کے راستے پر چلتے ہیں، ان کو اس بات کا یقین واحساس اور عقیدہ نہیں ہوتا کہ اسلام پر چلنے ہی سے حقیقی عزت ملتی ہے، زندگی میں برکت ہوتی، اللہ کی مدد آتی اور عزت وسکون نصیب ہوتا ہے، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ آج دنیا میں ان ہی لوگوں کا نام زندہ ہے اور عزت واحترام اور محبت سے لیا جاتا ہے، جو اسلام کو دل وجان سے زیادہ پسند کئے اور اپنی پوری قوت اور آخری عمر تک

اسلام پر چلنے کی بھر پور کوشش کئے اور دنیا کی پرواہ کئے بغیر دنیا کے فاسق وفاجر انسانوں کی چمک دمک سے متاثر ہوئے بغیر زندگی کے ہر شعبے میں اسلام کو زندہ کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی خاطر سخت سے سخت مجاہدے کئے، بھوک، پیاس، بے عزتی، غریبی کے باوجود تقویٰ و پرہیز گاری کو نہیں چھوڑا اور اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگا کر آخرت بنائے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی زندگیوں کو دنیا کے دوسرے انسانوں کے لئے مثال اور نمونہ بنایا اور ان کا نام دنیا میں عزت واحترام سے لیا جاتا اور ان کی زندگیوں کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

اور جو لوگ اللہ کے باغی اور نافرمان بنے، دین کو مٹانے کی کوشش کئے اور دین بیزار تھے، دین کو پسند نہیں کرتے تھے، باوجود ان کی اولاد آج دنیا میں ہوتے ہوئے ان کے نام و نسب اور سلسلہ سے بات نہیں کرتی اور لوگ ان کو برائی اور لعنت کے ساتھ یاد کرتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انسانوں کو خاص طور پر یہ تاکید کی ہے کہ: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْ خُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔ ”اے ایمان والو! دین میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے راستوں پر مت چلو اسلئے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے“۔

دین بیزار بے شعور مسلمان دنیا کے گنہگار، فاسق وفاجر، اللہ کے باغی اور مجرم لوگوں کو عیش وراحت میں دیکھ کر دنیا کی زندگی پر رال ٹپکاتے اور دھوکہ کھاتے ہیں، ان کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ گناہ اور نافرمانی پر انعام اور نعمتیں دے کر ان کو سخت سے سخت عذاب اور سزا کے قابل بنا رہا ہے، ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کی زندگی میں برکت نہیں، نورانیت نہیں، سکون نہیں، وہ کافروں اور مشرکوں کی طرح دنیا کے دیوانے ہونے کی وجہ سے ان کی دنیا کو جنت بنا رہا ہے تا کہ وہ اپنی سرکشی میں جتنا بڑھ سکتے ہیں بڑھ جائیں، ڈوبنے سے پہلے خوب پانی پلاتا ہے، چنانچہ یہ دنیادار لوگ ایمان کے باوجود ایمان والی زندگی کے بجائے ان بے ایمان اور نافرمانوں کی زندگی ہی کو پسند کرتے ہیں اور نیک لوگوں کی زندگی کو سیدھی سادی، تکالیف اور مشکلات میں دیکھ کر وہ اسلام میں پورے پورے داخل ہونا نہیں

چاہتے، بس فائدہ اور ثواب کی حد تک اسلام پر چلتے ہیں، ایسے مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، دنیا میں جتنے زیادہ اچھے اعمال کریں گے تو اتنا ہی اسلام پر رہ سکیں گے، اگر عمل نہیں کریں گے یا برائے نام عمل کریں گے تو اسلام پر کیسے چلیں گے؟ یادرکھیں کہ دنیا سے جانے کے بعد عمل کا موقع ہی نہیں ملے گا۔

کچھ انسان نعمتیں ملتے ہی اسلام کا لبادہ اتار دیتے اور ماڈرن کلچر کے نام پر اسلام سے بغاوت کرتے ہیں

''اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیوی زندگی کی اس شان وشوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے، وہ تو ہم نے آزمائش میں ڈالنے کے لئے دی ہے''۔ (طہٰ:۱۳۱)

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر و قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر، منکر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔ (ابن ماجہ، ترمذی، مسند احمد)

''حضرت عمرو بن عوفؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم پر فقر و ناداری آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ تم پر دنیا وسیع کر دی جائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر کر دی گئی تھی، پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو جیسا کہ انہوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا تھا اور پھر وہ تم کو برباد کر دے جیسا کہ اس نے ان اگلے لوگوں کو برباد کر دیا تھا''۔ (بخاری ومسلم)

اگر ہم دنیا کے انسانوں کی حالت پر غور کریں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مسلمانوں میں بہت کم مسلمان باشعور ہیں، ان کی ایک بہت بڑی تعداد بے شعوری کی زندگی بسر کر رہی ہے اور باپ دادا کی نقل میں اسلام کی اندھی تقلید کر رہی ہے، ان کے صرف جسموں کا نام مسلمان ہوتا ہے، وہ عقیدہ اور اعمال میں اسلامی تعلیمات سے بہت دور ہوتے ہیں، ایسے انسانوں کے نزدیک دنیا کی کامیابی اور ناکامی کا غلط اور ناقص تصور ہوتا ہے، وہ مادیت کے دیوانے

ہوتے ہیں، ان کے نزدیک دنیا کی ڈگریوں کا ملنا، دنیا کے عہدوں کا ملنا، دنیا کی عزت وآرام کا ملنا، دنیا میں نوکر چاکر کا ملنا، دنیا میں نام ونمود کا ملنا، دنیا کے انسانوں میں بڑائی اور اثر و رسوخ کا پیدا ہونا، دنیا میں عالیشان بنگلوں، کوٹھیوں، نوکر چاکر اور عمدہ فرنیچر کا ملنا، بھاری بھاری فیشن کا بے حیائی والا لباس کا ملنا، بینک بیالنس میں خوب اضافہ ہونا، کاروبار اور تجارت کا خوب پھیلنا، اولاد نرینہ زیادہ ہونا، دنیا کی کامیابی اور ترقی کی علامتیں سمجھتے ہیں، ایسے لوگ رات دن ان ہی چیزوں کیلئے جیتے، ان ہی چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے پوری توانائی خرچ کرتے اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے جان بھی دیدیتے ہیں، ان کی نظریں دوسرے انسانوں کی چمک دمک، دکھاوے اور جھوٹی شان پر ہی ہوتی ہیں، ان کو دیکھ کر یہ رال ٹپکاتے اور ان ہی کی زندگی کی طرح خواہشات پیدا کرلیتے ہیں، گویا مشرک، کافر، فاسق، فاجر، ظالم، رشوت خور، سود اور مالِ حرام کھانے والے دھوکے باز، شرابی، جواری، زانی، بے پردہ و بے حیاء لوگوں کی زندگی ان کے لئے نمونہ اور مثال ہوتی ہے۔

جب تک ایسے لوگ غریب ہوتے ہیں، کم پڑھے لکھے ہوتے ہیں، خود کو اور اپنے اہل و عیال کو اسلام کا، نماز، روزہ، پردہ اور دیگر اسلامی اعمال کا پابند بناتے ہیں، یہاں تک کہ ڈاڑھی، ٹوپی، لباس وغیرہ تک کا اہتمام کرتے، دسترخوان پر کھانا کھانے کو سنت سمجھتے، مگر جیسے ہی ان کے پاس دنیوی ڈگریاں، دولت، عہدہ، کرسی، موٹر، بنگلہ اور ان کی اولاد پڑھ لکھ کر ڈاکٹر، انجینئر بن کر دوسرے ملکوں میں خوب دولت کماتی ہے تو وہ اپنی اور اپنی اولاد پر سے دینداری کا لبادہ اتار کر پھینک دیتے ہیں، دنیا میں نعمتیں مل جانے کے بعد اسلام پر عمل کرنے والوں کو دقیانوس سمجھتے اور اسلام پر عمل کرنا اور اسلامی طرزِ زندگی اختیار کرنا ان کو غیر مہذب، اَن پڑھ، جاہل، گرے ہوئے غریبوں کی زندگی نظر آتی ہے، چنانچہ وہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کو تیزی کے ساتھ فاسق وفاجر، شرابی، جواری، یہود ونصاریٰ کی طرز پر ڈھال دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ماڈرن دور میں ماڈرن انداز پر اور ماڈرن کلچر کے ساتھ مسلمان بن کر رہنے سے مسلمانوں کو دنیا میں عزت ملے گی، وہ نماز پڑھتے ہوئے اپنی عورتوں کو ماڈرن کلچر کے نام پر گھر سے باہر

نکالتے ،ان کو اپنی اولاد کا ڈاڑھی رکھنا اچھا نہیں لگتا،ان کی نظر میں ڈاڑھی اور کرتا والا ماڈرن اور تعلیم یافتہ مسلم نظر نہیں آتا، وہ سمجھتے ہیں کہ سوٹ بوٹ ٹائی لگانے ہی سے غیر مسلم عزت دیں گے، اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو پردہ کرانا عیب اور غریبی کی علامت اور غیر مہذب سمجھتے ہیں اور ان کو حیاء دار لباس سے بے حیائی والا نیم برہنہ لباس، مردوں جیسا لباس پہنا کر غیر مردوں کے سامنے نکالتے ،فخر سے تعارف کرواتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ عورتوں اور لڑکیوں کا بند گھروں میں رہنا اور پورے جسم کو چھپائے رکھنا یہ تعلیم یافتہ ہونے کی علامت نہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ عورتیں اور لڑکیاں بے پردہ بن کر نیم عریاں لباس پہننے اور مردوں جیسا لباس پہننے اور نوکروں، ڈرائیوروں کے ساتھ کالج جانے اور لڑکوں کے ساتھ تعلیم پانے اور ہوٹلنگ کرنے ،کلبوں میں جانے سے مہذب اور دولتمند گھرانوں کی پڑھی لکھی نظر آئیں گی ،اسی سے خاندان اور معاشرہ میں عزت ملے گی، نام ہوگا اور معیاری رشتے آئیں گے، وہ دولتمند اور پڑھے لکھے ہونے کے بعد السلام علیکم کہنا معیوب اور بے پڑھا لکھا پن سمجھتے ہیں اور اپنے مہذب اور پڑھے لکھے ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے اسلامی کلچر کو چھوڑ کر گڈ مارننگ، گڈ ایوننگ یا بائے بائے یا ہیلو ہیلو کہتے ہیں، ان کی عورتوں کو برقعہ پہننے سے نفرت ہوتی ہے اور ان کے نزدیک بال کاٹنے اور ناخن لمبے لمبے رکھنا اور ان پر مختلف رنگ لگانا اور بغیر اوڑھنی کے جسم کے نشیب وفراز دکھاتے پھرنا اور باریک لباس میں سے جسم دکھانا اور آدھا سینہ دکھانا عمدہ واعلیٰ کلچر ہوتا ہے، ایسے لوگ اپنے گھروں میں اپنی عورتوں کو غیر مردوں سے بغیر کسی حجاب اور پردہ کے ملاتے اور خود بھی دوسروں کے گھروں میں آزادانہ بغیر پردے کے غیر عورتوں سے لاڈ محبت اور ہنسی مذاق کی گفتگو کرتے ہوئے ملنا عمدہ واعلیٰ تہذیب سمجھتے ہیں اور آپس میں نامحرموں کا مصافحہ کرنا، گال کو گال لگانا بُرا نہیں سمجھتے، وہ اپنی لڑکیوں کو جوان ہونے کے بعد بھی گود میں بیٹھانا، گال کو بوسہ لینا اور سینے سے سینہ ملا کر گلے ملنا کوئی معیوب بات نہیں سمجھتے، وہ اپنی لڑکیوں کو ان کی زندگی کے فائدے کے لئے جو تعلیم ضروری ہے وہ دلانے کے بجائے انجینئر ،کمپیوٹر کورسس سافٹ ویرو ہارڈ ویر انجینئر ،ایم بی اے، ایم سی اے وغیرہ جیسی ڈگریاں وتعلیم دلانے کیلئے بے پردہ،لڑکوں

کے اسکولس و کالجوں میں پڑھاتے اوران کے بوائے فرینڈ کو برداشت کرتے ہیں، وہ جب کوئی دعوت وغیرہ کرتے تو مرد اور عورتیں جانوروں کی طرح ایک ساتھ بیٹھتے اٹھتے اور مذاق، چھچھورا پن کرتے، بے حیائی کے ساتھ رہتے ہیں، ان کی لڑکیاں سہیلیوں کے پاس جانے کا بہانہ کر کے پکچر اور بوائے فرینڈ کے ساتھ وقت گذارتی ہیں، ایسے لوگ کھلے طور پر نبیؐ کی سنتوں کے مقابلے یہود و نصاریٰ کے طرز اور کلچر پر گھروں کو بناتے اور سجاتے ہیں، اور انہی کے دیوانے ہوتے ہیں، اب ان کو دسترخوان پر کھانا گرا ہوا کلچر نظر آتا ہے، وہ ٹیبل کرسی پر کھانے اور یہود و نصاریٰ کے طرز و کلچر پر گھروں کو بناتے ہیں اور سجاتے ہیں، انہی کے دیوانے ہوتے ہیں اور برائے نام وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کے گھروں میں لڑکے لڑکیاں ملکر ڈانس کرتے ہیں، ان کے گھروں سے ہمیشہ گانوں کی آواز یا فلموں کے ڈائیلاگ کی آوازیں آتی ہیں، غیروں سے تو بہت دور کی بات خاندان کے مردوں اور عورتوں میں پردہ نہیں ہوتا، جب ملتے ہیں تو چھچھورا اور ذومعنی مذاق کرتے ہیں جو خلوت کی باتوں پر کیا جاتا ہے، ایسے گھروں کی لڑکیاں اور عورتیں اپنے باپ، بھائیوں اور بیٹوں کے سامنے بغیر اوڑھنی کے جسم کی ہیئت دکھاتی پھرنے کو بے حیائی و بے شرمی نہیں سمجھتیں، بعض عورتیں جن کے مرد باہر ملکوں میں کمانے کیلئے جاتے ہیں وہ اپنے دیوروں کے ساتھ ہوٹلوں، کلبوں اور تفریح گاہوں میں پھرنے کو عیب نہیں سمجھتیں اور بعض تو ناجائز تعلقات میں مبتلا ہو جاتے ہیں، یہ سب شیطانی زندگی، فاسق و فاجر معاشرہ کی مثال ہے اور ناکام زندگی ہے۔

ایسے لوگ عام طور پر امیری اور غریبی کے لحاظ سے انسانوں کی قدر و عزت کرتے ہیں، ان کے نزدیک دولتمندی، موٹر، بنگلہ، بڑے بڑے کاروبار اور لوگوں سے خوب تعلقات اور شہرت والوں کی بڑی عزت واحترام ہوتا ہے اور ان کے غلام بنے ہوئے ہوتے ہیں، ان کے آگے جھک کر ٹھہرتے ہیں، ان کی تعریف کرتے اور ان کی آمد پر خوب آؤ بھگت کرتے اور جب واپس ہوتے تو وداع کرنے کے لئے موٹر تک آتے اور جاتے ہیں، مہمانوں میں سب سے زیادہ انہی کی فکر کرتے ہیں، ان سے اپنی عورتوں، بیٹیوں اور بہنوں کو ملا کر خوش ہوتے،

ان کے ساتھ فوٹو کھنچوا کر شان سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ دھوکہ باز، بے حیاء و بے شرم، زانی، جواری، شرابی، مکار، بدمعاش اور بے دین لوگ ہوتے ہیں مگر یہ انہی کے آگے پیچھے بھاگتے ہیں، غریب آدمی چاہے کتنے ہی عمدہ اخلاق والا ہو اور اللہ کی مرضی پر چلنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والا ہو، محنت سے حلال مال کمانے اور سادہ زندگی گذارنے والا ہو، اگر اس کے پاس دولت، موٹر، بنگلہ اور کپڑے نہ ہوں تو چاہے وہ ان کا اپنا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اس کی خاطر تواضع کی نہ فکر کرتے ہیں اور نہ اس کو پوچھتے بلکہ اس کے ساتھ نوکروں جیسا برتاؤ کرتے ہیں اور اس کو لینے کیلئے نہ گھر کے دروازے پر جاتے اور نہ استقبال کرتے اور نہ وداع کرنے کیلئے دروازے تک آتے ہیں، ان کو اپنے فاسق وفاجر دوستوں کے ساتھ بیٹھانا اور کھلانا اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں یہاں تک کہ ان کو پہلے دسترخوان پر کھانے سے روکتے اور سپلائی کے کام لیتے ہیں، اسی طرح مولوی اور ملا اور امام ومؤذن کی بھی کوئی قدر نہیں ہوتی، کوئی حافظ قرآن ہو تو اس کو معمولی انسان سمجھتے ہیں، محلے اور سوسائٹی میں غریبوں کو سلام نہیں کرتے بلکہ دولتمند اور اونچے عہدے والے کو سلام کرتے اور اُسی سے دوستی کرنا چاہتے ہیں، غریبوں کے سلام لینے کا انتظار کرتے، غریبوں کو سلام کرنا اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں، ڈرائیوروں، نوکروں اور خادموں کو اپنے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کی اجازت نہیں دیتے اور نہ ان کے گلاس میں پانی پینا گوارا کرتے ہیں، ان کی عورتیں اور بچے بھی دکھاوے کیلئے کپڑے اور زیور پہنتے اور غرور وتکبر میں مبتلا رہتے ہیں، بعض تو سلام کا جواب بھی نہیں دیتے۔

بہت سے لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ روپیہ پیسہ ہونے کی وجہ سے دینی کاموں میں مال خرچ کرتے، بڑے بڑے عالموں کو بلاتے، تقاریر اور درس کرواتے ہیں مگر خود ان کے گھر میں دین نہیں ہوتا، روزانہ ڈاڑھی کاٹتے، عورتیں اور بچے بے نمازی، بے پردہ، فیشن پرست اور بظاہر عیسائیوں کی طرح نظر آتے ہیں اور خود ان کو دین پسند نہیں ہوتا، ثواب اور دنیا حاصل کرنے، دنیا کی ترقی اور دنیا میں مشکلات اور بلیات سے بچنے کیلئے اور کاروبار میں برکت کیلئے دینداروں کو کچھ مال دیتے یا قرآن خوانی کی محفلیں سجاتے یا اجتماعات میں مال لگاتے،

مگر وہ اور ان کی اولاد خود دین بیزار یا آدھے مسلمان اور آدھے عیسائی جیسے ہوتے ہیں، ان کو دنیا کے سدھار کی فکر رہتی ہے مگر خود کی آخرت کی بربادی نظر نہیں آتی۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ دین کی پابندی صرف نماز، روزہ، زکوۃ اور حج تک ہی کرتے ہیں، ان چیزوں سے فارغ ہونے کے بعد ان کے پاس دین کا کوئی تصور ہی باقی نہیں رہتا، مسجد سے باہر نکلتے ہی، رمضان کے روزے ختم ہوتے ہی، حج ادا کرتے ہی پھر وہ اسلام کو بھول جاتے ہیں، ایسے تمام لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ وہ اپنے دنیا کے مقصد کے خلاف زندگی گذار رہے ہیں اور گھاٹے اور خسارے کی طرف جا رہے ہیں، انہیں پھر عمل کا موقع ملنے والا نہیں ہے۔

انسان کو ماں کے پیٹ میں اعضاء دے کر عمل کا موقع دیا گیا ہے

انسان کو ماں کے پیٹ میں ۷/۸/۹ رمہینوں تک کیوں رکھا جاتا ہے؟ اس کی ایک حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ انسان کا اصل نام اور تعلق روح سے ہے، اگر کوئی مر جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ فلاں کا جسم اور باڈی ہے، حالانکہ وہ مر چکا ہے، دنیا سے انتقال یعنی منتقل ہو چکا ہے۔

انسان کو ماں کے پیٹ کے فوراً بعد دنیا میں بھیجا جاتا ہے، دنیا میں چونکہ اس کو اچھے یا برے اعمال کرنے کا امتحان ہے، اس لئے ماں کے پیٹ میں ۹ رمہینے تک رکھ کر اس کو جسمانی اعضاء دئے جاتے ہیں، جس طرح ایک مشین کو آلات لگائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے مشین مختلف کام انجام دے سکتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ انسان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے اس کی روح کو مختلف اعضاء عطا فرماتا ہے، مثلاً دیکھنے کیلئے آنکھیں، سننے کیلئے کان، بولنے کے لئے زبان، چلنے اور پکڑنے کیلئے ہاتھ پیر، سوچنے سمجھنے کے لئے دل و دماغ، خواہشات پوری کرنے کے لئے شرمگاہ، انسان دنیا میں آکر انہی اعضاء سے اچھے یا برے کام کرتا ہے، انہی اعضاء سے اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کرتا ہے، اسی لئے انسان کو ماں کے پیٹ میں ۹ رمہینے تک رکھ کر جسم اور جسمانی اعضاء دئے جاتے ہیں، جسم کے بغیر خالی روح مختلف اعمال نہیں کر سکتی، روح کو اعضاء دینے ہی کی وجہ سے اس کا

امتحان لیا جارہا ہے، کائنات کی تمام چیزوں کو اور خاص طور پر جانداروں کو جسم دینے ہی کی وجہ سے کائنات کا نظام نظر آرہا ہے، ورنہ تمام چیزیں ارواح اور جان کی شکل میں ہوتیں تو انسان انڈے، دودھ، گوشت، پھل پھلاری، اناج اور ترکاریاں، غلہ کہاں سے کھاتا، جس طرح ہوا اور روح ہوتی ویسے ہی سب چیزیں ہوتیں، پھر امتحان کہاں سے ہوتا؟ اس سے ثابت ہوا کہ انسان کو ماں کے پیٹ میں جسم محض دنیا میں عمل کرنے ہی کے لئے دیا گیا ہے۔

انسان آدھی عمر سوتا اور آدھی عمر جاگتا ہے اسکو آدھی عمر ہی میں عمل کرنا ہے

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآئَهُمْ يَومًا ثَقِيْلًا o

یہ لوگ تو جلدی حاصل ہونے والی چیز (دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور آگے جو بھاری دن آنے والا ہے اُسے نظر انداز کردیتے ہیں۔ (الدھر)

بل تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا o و الآخرۃُ خیرٌ وَّ ابقیٰ o

مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ (الاعلیٰ)

انسان کو اپنی زندگی پر غور کرنا چاہئے، اس کو امتحان بہت مختصر وقت میں دینا ہے مثلاً اگر انسان کی عمر ۶۰ رسال کی ہے تو اس میں پندرہ سال تو جوان ہونے تک نکل جاتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ اس کو شریعت کا مکلّف اور ذمہ دار نہیں بنایا، جوان ہونے کے بعد اس پر شریعت لاگو ہوتی ہے، ۶۰ رسال میں سے پندرہ سال کم ہوجانے کے بعد اب اس کی اصل عمر امتحان والی صرف ۴۵ رسال ہوتی ہے، اس میں ساڑھے بائیس (۲۲:۱/۲) سال دن اور ساڑھے بائیس (۲۲:۱/۲) سال رات ہوتی ہے، گویا وہ ساڑھے بائیس (۲۲:۱/۲) سال کے زیادہ حصہ میں سوتا اور ساڑھے بائیس (۲۲:۱/۲) سال جاگتا ہے، جبکہ بہت سے لوگ دن میں بھی دیر تک یا دوپہر میں سوجاتے ہیں، اس لحاظ سے اس کو اپنی آخرت کا امتحان صرف ۲۲ رسالوں ہی میں دینا ہے، ان ۲۲ رسالوں میں یا تو وہ اللہ کی اطاعت کرے یا نافرمانی۔

ذرا غور کیجئے کہ جنت کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اس کو کتنا کم وقت اور چھوٹا

امتحان کا وقت دیا ہے، اتنے کم اور چھوٹے امتحان میں وہ جنت جیسی عظیم الشان نعمت حاصل کرسکتا ہے، عقلمند اور سمجھدار انسان اور ہوشیار تاجر اس وقت کو غنیمت جان کر اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر جنت کا سودا کر لیتا ہے اس لئے کہ یہ کوئی بہت لمبے عرصہ والا امتحان نہیں ہے، کم سے کم وقت اور چھوٹے امتحان میں بہت بڑی چیز مل سکتی ہے، اس کم وقت میں چند دنوں حلال رزق کمانا ہے اور حلال رزق کی وجہ سے تنگی اور پریشانی آئے تو آخرت میں کامیاب ہونے کیلئے چند دن برداشت کرنا ہے، اس مختصر وقت میں ایمان کی حفاظت کر لینا ہے، ایمان کی حفاظت میں جان و مال لوٹا جائے، ستایا جائے یا بے عزت و ذلیل کیا جائے تو برداشت کر لینا ہوگا، اتنے کم وقت میں شیطان کو دشمن جان کر اس سے دور رہنا ہوگا، اتنے کم وقت میں خالص توحید پر قائم رہتے ہوئے شرک، کفر سے بچنا آخرت کی کامیابی ہے، غرض اتنے کم اور چھوٹے امتحان میں تقویٰ، پرہیزگاری اور صبر اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی اور غلامی کرنا آخرت کی کامیابی ہے، بیوقوف اور نادان انسان اگر اتنے کم وقت اور چھوٹے امتحان سے بھی فائدہ نہ اٹھائے اور وقتی لذتوں، دنیا کے عیش و آرام کی خاطر گناہوں میں مبتلا ہو جائے تو آخرت والی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی برباد ہو جائے گی اور یہ انسان کیلئے بہت بڑے خسارے اور گھاٹے کی بات ہوگی، اس کم وقت اور چھوٹے امتحان میں تو انسان کو سخت محنت و مجاہدہ کرنا ہوگا، آخرت کی سخت سزاؤں اور تکالیف سے بچنے کیلئے دنیا کی کم وقت والی تکالیف و پریشانیوں کو برداشت کرنا ہوگا، خواہشات والی زندگی ترک کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا ہوگا، دنیا کی اس حقیقت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں انسان دنیا کی چند روزہ مصیبت و پریشانیوں اور تکالیف کا مقابلہ کرنا ہی نہیں چاہتے اور ذراسی تکلیف اور پریشانی میں فوراً گناہ اور نافرمانی کی راہ اختیار کر لیتے ہیں اور دنیا بنانے اور دنیا کو سجانے کی طرف دوڑتے ہیں یہ صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ آخرت سے غافل اور دنیا کی حقیقت سے واقف نہیں رہتے، انسان کی خود یہ فطرت ہے کہ وہ بڑے بڑے آرام و عیش اور کامیابی اور بلند مقامات حاصل کرنے کے لئے چھوٹی چھوٹی مصیبتوں اور تکالیف کو برداشت کرتا اور سخت

محنت و مشقت کرتا ہے تا کہ اُسے کم وقت میں تکالیف و مصیبت جھیلنے سے بڑا آرام وعزت ملے گی، مگر آخرت کے لئے دنیا میں ایسا نہیں کرتا، جو چیز نظر آتی ہے اسی کا دیوانہ بن کر اسی کے پیچھے بھاگتا ہے اور جو چیز نظروں سے غائب ہے اس سے غافل ہی غافل بنا رہتا ہے، یہ انسان کی سب سے بڑی بیوقوفی اور بدبختی ہے کہ وہ بڑی زندگی کے عیش و آرام کو ترجیح نہ دے کر اور بڑی زندگی کی پرواہ نہ کر کے دنیا کی اس چھوٹی سی مختصر مدت والی زندگی کو ترجیح دیتا ہے اور موت کے بعد وہ خود اپنی کمائی سے بلاءِ عظیم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

دنیا میں جو نعمتیں اور گناہوں میں جو مزا اور لذت رکھی گئی ہے اس کی مثال اس کپڑے کی مانند ہے جو باورچی خانہ میں برتن پکڑنے کے لئے رکھا جاتا ہے جس کو کچھ کھانا سالن لگ جانے سے اور اس کی بو کی خاطر کتا اور بلی لیکر بھاگ جاتے ہیں مگر حقیقی مزہ اس میں نہیں ملتا، بالکل اسی طرح دنیا دار دنیا کی لذتوں اور گناہوں کے مزوں کی طرف بھاگتا ہے۔

انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ اسکی زندگی ہے جس میں عمل کا موقع ہے

وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْ بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْ بِالصَّبْرِ o

''قسم ہے زمانہ کی، بیشک تمام انسان گھاٹے اور خسارے میں ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کئے اور حق کی وصیت کئے اور صبر اختیار کئے''۔

دنیا میں سب سے قیمتی سرمایہ نہ روپیہ پیسہ ہے نہ سونا چاندی ہے نہ بنگلہ کوٹھی ہے بلکہ انسان کی عمر یعنی زندگی کا وقت ہی سب بڑا قیمتی سرمایہ اور دولت ہے، دنیا کا ایک ایک منٹ اور ایک ایک سکینڈ یا تو انسان کی زندگی کو بناتا ہے یا بگاڑتا ہے، اسی زندگی کی مہلت میں وہ اپنے اوقات کو جنتی بنا سکتا ہے یا انہی اوقات کو جہنم والے اعمال میں گذارتا ہے۔

گویا وہ وقت اور عمر ہی سے اپنی جنت یا دوزخ خرید سکتا ہے، جس طرح برف ایک ایک منٹ اور ایک ایک سکینڈ پگھلتی اور کم ہوتی جاتی ہے اسی طرح انسان کی زندگی یعنی عمر ہر

منٹ اور ہر سکینڈ کم ہوتی چلی جاتی ہے، عقلمند سمجھدار تاجر وہ ہے جو اپنی برف کی حفاظت کر کے اس کو بیچ کر کرنسی میں تبدیل کر لے، بیوقوف وہ تاجر ہے جو اپنی برف کو پگھلنے دے اور غفلت میں یا جان بوجھ کر پانی بنا کر بہا ڈالے، اسی طرح انسانوں میں وہ انسان سمجھدار اور عقلمند ہے جو اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانے اور آخرت یعنی مرنے کے بعد والی کامیاب زندگی کے اعمال میں تبدیل کر لے اور بیوقوف وہ انسان ہے جو اپنی زندگی کو دنیا ہی میں برباد کر لے، آخرت کی تیاری نہ کرے۔

دنیا کے کاروبار سے فرصت ملنے کے بعد دین پر عمل کرنے کا عقیدہ

دنیا میں ہزاروں لاکھوں انسان ہیں جن کو اسلام کو سمجھنے اور عمل کرنے کی فرصت ہی نہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ وہ زندگی کو اسلام کے مطابق گذاریں اور نماز کی پابندی کریں، قرآن کو سمجھیں تو وہ کہتے ہیں کہ پڑھائی کا بوجھ بہت ہے، کاروبار اور نوکری کا بوجھ بہت ہے، جب ہم ان چیزوں سے فارغ ہو جائیں تو اسلام کو سیکھنے سمجھنے کے لئے وقت نکالیں گے، چنانچہ بہت سارے لوگ وظیفہ اور دکان سے فرصت کے بعد اسلام پر چلنے کا خیال رکھتے ہیں، یہ دراصل شیطان کا بہکاوا ہے، شیطان ان کو دنیا کی مصروفیات ذہن میں ڈال کر نقصان کا احساس دلاتا اور قرآن کو سیکھنے سمجھنے سے دور رکھتا ہے، حالانکہ ایسے تمام انسان سب کچھ کاروبار کرتے ہوئے نوکریاں کرتے ہوئے اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہوئے شادی بیاہ کی دعوتوں میں جانے کیلئے وقت نکالتے ہیں، بیوی سے ملاقات کیلئے وقت نکالتے ہیں، کھانے پینے اور بیت الخلاء جانے کیلئے وقت نکالتے، کسی کی موت واقع ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کیلئے وقت نکالتے ہیں، دوستوں اور رشتہ داروں سے ملنے کے لئے وقت نکالتے ہیں، تفریح گاہوں اور نمائش کی چیزیں دیکھنے، فلم، گانے وغیرہ دیکھنے سننے کے لئے وقت نکالتے ہیں، مگر ان کو اسلام کے لئے قرآن مجید سیکھنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لئے ہی وقت نہیں رہتا، یہ صرف اور صرف شیطان کا دھوکہ ہے، شیطان ان کو اس طرح

سمجھا کر قرآن مجید کو سمجھنے اوراس پر عمل کرنے سے دور رکھتا ہے۔

انسان کو اسلام پر چلنے کے لئے دنیا سے ہٹ کر کوئی علٰحدہ کام نہیں کرنا ہے، سوائے نماز اور حج کے باقی تمام کاموں کو اسلام کے مطابق اور دنیا کے تمام کاموں کو اللہ کے احکام اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کے مطابق انجام دینا ہے، یعنی دنیا کو اسلام کے طریقہ پر برتنے سے دنیا خود بخود دین بن جاتی ہے، دنیا کے کام کرتے وقت دین کو بھول جانا، دین کو نظر انداز کر دینا ہی دنیا ہے، جہنم والا راستہ ہے، ورنہ دنیا کو دین کے مطابق انجام دینا ہی جنت والا راستہ ہے، مثلاً اگر انسان باہر نکلے اور بے پردگی کو چھوڑ دے تو یہ دین ہے، شراب نہ پیئے، جوا نہ کھیلے، سود اور رشوت نہ کھائے، ناچ گانا نہ سنے تو یہ دین ہے، وقت پر پندرہ بیس منٹ کے لئے نماز ادا کرے تو یہ دین ہے، ایمانداری سے نوکری اور تجارت کرے تو یہ دین ہے، گالیاں اور فحش نہ بکے تو یہ دین ہے، لباس اسلامی انداز پر پہنے تو یہ دین ہے، پیسہ رکھ کر فضول خرچی نہ کرے تو یہ دین ہے، غیر اللہ کو نہ پکارے تو یہ دین ہے، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے تو یہ دین ہے، حلال طریقے سے مال کمائے تو یہ دین ہے، اسلام انسانوں کو زندگی کے کاروبار سے ہٹا کر سنیاس لیکر یا نن، سسٹر اور برادر بن کر زندگی گذارنے کیلئے نہیں بُلا تا بلکہ دن رات زندگی کے تمام کاروبار قرآن وحدیث کے مطابق کرنے کو دین کہتا ہے۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ دنیا عقلمندوں کے لئے مالِ غنیمت ہے اور بیوقوفوں کے لئے سامانِ غفلت ہے۔

دنیا میں انسان وجن کو عبادت ہی کیلئے پیدا کیا گیا ہے!

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُ وْنَ o

میں نے جن اور انسان کو (پہچان کے ساتھ) عبدیت وبندگی کے لئے پیدا کیا۔

انسان وجن کو دنیا کی اس امتحان گاہ میں چوبیس گھنٹے عبادت کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے عبادت کیسے کریں گے؟ اگر وہ ایک جگہ بیٹھ کر

عبادت کرتا رہا تو پھر دنیا کے دوسرے کاروبار کیسے چلیں گے؟ جبکہ انسان پر بے انتہا ذمہ داریاں رکھی گئی ہیں، اس سوال کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دراصل عبادت کسے کہتے ہیں؟ آج دنیا کے بہت سے لوگ عبادت کا ناقص اور غلط تصور رکھتے ہیں، اس وجہ سے ان کی زندگی گھاٹے اور خسارے پر چل رہی ہے، ان کا خیال ہے کہ دنیا داری کرتے ہوئے مذہب پر نہیں چلا جاسکتا، کام دھندے کرتے وقت مذہب پر عمل نہیں کیا جاسکتا، دنیا کے کاروبار کے ساتھ عبادت نہیں کی جاسکتی، اس لئے وہ دنیا کے کاروبار اور کام دھندوں سے فارغ ہوکر ایک خاص وقت میں خاص شکل وصورت اختیار کرتے ہیں اور چند رسم ورواج ادا کر لینے کو عبادت سمجھتے ہیں، اور پھر اس عبادت کے بعد اپنی زندگی بے لگام اونٹوں کی طرح گذارتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ کھانا کھانا، پانی پینا، طہارت کرنا، کپڑے پہننا، تجارت ونوکری کرنا، نکاح کرنا، بیوی بچوں کو پالنا، عدل وانصاف کرنا، حکومت کرنا، جنگ وجدال کرنا، یہ سب خالص دنیوی کام ہیں، ان کاموں میں عبادت کا کیا تصور؟ دنیا کے کام دھندے الگ ہیں اور مذہب کے کام الگ، اسی لئے وہ تصور رکھتے ہیں کہ دنیا کے کام کاج میں مذہب پر چلنا ناقابل عمل ہے، چنانچہ وہ اسی غلط تصور کولیکر مذہب کی پابندی کرنے کے لئے باقاعدہ دنیا کے کام دھندوں سے الگ ہوکر خاص وقت میں خاص قسم کی شکل وصورت اختیار کر کے کچھ رسوم ادا کر لینے کو عبادت سمجھتے اور اپنے دل کو بہلا کر تسلی دے لیتے ہیں، اسلام نے انسانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ تمام انسانوں اور جنوں کو اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا اور انسان کو چوبیس گھنٹے اللہ کی عبادت میں رہنا ہے، مگر اس کی زندگی صرف ایک جگہ بیٹھ کر عبادت کی شکل میں نہیں گذر سکتی، انسان کو اس دنیا کی امتحان گاہ میں مختلف حالات سے اور مختلف شعبوں سے گذرنا ہے، انسان کو صرف اور صرف نماز اور ذکر کرنے کے لئے ہی نہیں پیدا کیا گیا بلکہ اس کو نکاح بھی کرنا ہے، بیوی بچوں کو حلال روزی سے پالنا بھی ہے، مال کمانا اور خرچ کرنا بھی ہے، رشتہ داروں اور دوسرے انسانوں کے حقوق ادا کرنا بھی ہے، خوشی وغم، صحت و بیماری، کامیابی و ناکامی، دوستی ودشمنی، نفع ونقصان جیسے حالات سے بھی گذرنا ہے، حکومت واقتدار سنبھالنا بھی

ہے، عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر انصاف کرنا بھی ہے، لوگوں کو اچھائی کی تعلیم دینا اور برائی سے روکنا بھی ہے، غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر بہت بھاری ذمہ داریاں رکھی ہے اور وہ ان ذمہ داریوں کو ادا کئے بغیر زندگی گذار بھی نہیں سکتا، ان تمام امور میں اس کو اختیار دیا گیا ہے، کہ وہ چاہے تو اپنی مرضی کے مطابق یہ تمام کام انجام دے یا پھر مالک کی مرضی کے مطابق کرے، اگر اس نے دنیا کے تمام کاروبار اپنے مالک کی مرضی کے مطابق انجام دئے تو اس کی زندگی عبادت بنے گی اور وہ جنت کا سودا کر رہا ہوگا، اور اگر انسان نے دنیا کے کاروبار من چاہے انداز پر کئے تو اس کی زندگی عبادت سے دور، نافرمانی والی ہوگی اور وہ اپنی پسند سے دوزخ کا سودا کر رہا ہوگا، اس لئے اسلام انسانوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ دنیا کی چیزوں میں رہیں، دنیا کی تکالیف اور پریشانیوں کو جھیلیں، دنیا میں رہ کر اپنے مالک سے غافل نہ ہوجائیں، مالک کو نہ بھولیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں مالک کو یاد رکھیں اور مالک ہی کی مرضی وخوشی کے واسطے ہر کام انجام دیں، یہی عبادت کہلائے گی، دنیا سے الگ ہوکر، دنیا سے فرصت پاکر عبادت کرنے کے لئے انسان کو نہیں پیدا کیا گیا، دنیا کی چوبیس گھنٹوں والی زندگی کو رب چاہے انداز پر ادا کرنے سے انسان کی زندگی عبادت بنتی ہے اور وہ صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ کا عبد اور غلام کہلانے کے لئے لائق ہوتا ہے، عبادت صرف تسبیح لیکر بیٹھنے کا نام نہیں بلکہ زندگی کے ہر قدم پر اپنے مالک ہی کی فرمانبرداری کرنے کا نام ہے، انسان کو درختوں، پہاڑوں کی طرح صرف ایک جگہ ٹھہر کر عبادت کرنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا۔

دنیا میں وہی انسان اپنے آپ کو عبادت گذار بنا سکتا ہے جو ایمان والا ہو

زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور احکام معلوم کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے وہ دین اسلام ہے، اگر کوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کردے یا آپ ﷺ پر صحیح طریقہ سے ایمان نہ لائے تو وہ اپنے آپ کو صحیح ایمان والا نہیں بنا سکتا، دنیا کی اس زندگی کو عبادت گذار وہی انسان بنا سکتا ہے جس کے پاس حقیقی اور شعوری ایمان ہو، ناقص و کمزور

ایمان والے بھی اپنی زندگی کو عبادت گذار نہیں بنا سکتے اور نہ چوبیس گھنٹوں والے تمام کاموں کو عبادت میں تبدیل کر سکتے ہیں، وہ کمزور و ناقص ایمان کی وجہ سے آدھے مسلم اور آدھے غیر مسلم بن کر زندگی گذارتے ہیں۔

دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور غیر مومن کے لئے جنت ہے!

ایک حدیث میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَ جَنَّۃُ الْکَافِرِ ۔ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور غیر مومن کیلئے جنت ہے۔

اس حدیث پر غور کیجئے یہاں مومن کے لئے دنیا کو قید خانہ کہا گیا ہے، قید خانہ تکالیف اور پریشانیوں کی وجہ سے نہیں کہا جا رہا ہے بلکہ جس طرح ایک قیدی قید خانہ میں اپنی مرضی کی زندگی نہیں گذار سکتا، حکومت کی مرضی پر زندگی گذارنا پڑتا ہے، قیدی اپنی پسند کا لباس نہیں پہن سکتا، قیدی اپنی پسند کا کھانا نہیں کھا سکتا، قیدی اپنی مرضی سے جب چاہے سو نہیں سکتا، قیدی اپنی پسند سے جو چاہے کام نہیں کر سکتا، قیدی اپنی مرضی سے جس سے چاہے جب چاہے نہیں مل سکتا بلکہ اس کو حکومت کے قانون کی پابندی کرنا پڑتا ہے، بالکل اسی طرح ایمان والے مومن بندے دنیا میں رہ کر من چاہی زندگی نہیں گذار سکتے ان کو رب چاہی زندگی گذارنا پڑے گا۔

اس کے برعکس غیر مومن ایمان سے دور ہونے کی وجہ سے رب چاہی زندگی نہیں گذارتا بلکہ من چاہی زندگی گذارتا ہے، جو جی چاہے کھاتا، جو جی میں خواہش اٹھے اُسے پوری کرتا، جیسا چاہے پہنتا، جب چاہے سوتا اور جاگتا، جیسا چاہے کماتا اور جی کی خواہشات پر خرچ کرتا، اس لئے فرمایا گیا کہ غیر مومن کے لئے دنیا جنت ہے، اس لئے جنت میں انسان اپنی مرضی کی زندگی گذارے گا، اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ دنیا میں جو امتحان والی اس زندگی میں رب چاہی زندگی گذارے گا مرنے کے بعد اس کو من چاہی زندگی ملے گی اور جو دنیا میں من چاہی زندگی گذارے گا مرنے کے بعد اس کو رب چاہی زندگی ملے گی۔

دنیا عیش و مستی اور ڈرامہ کرنے کی جگہ نہیں ہے!

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۔ (الانبیاء)

ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر نہیں بنایا (اگر ہم کوئی کھلونا بنانا چاہتے اور بس یہی کچھ ہمیں کرنا ہوتا تو اپنے ہی پاس کر لیتے)۔

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا اور دنیا کی زندگی بس یہ ہے کہ کھاؤ پیو، عیش و مستی کرو، مزے اڑالو اور پھر چلتے پھرتے نظر آؤ، یہ چندروزہ زندگی ہے، انسان بھی دنیا کے جانوروں کی طرح ایک بڑا جانور ہے اور جانوروں کی طرح وہ بھی من مانی زندگی گذارے، وہ پوچھتے ہیں کہ شراب کیوں پیدا کی گئی؟ ناچ گانا کیوں رکھا گیا؟ زنا کو وجود کیوں دیا گیا؟ یہ لوگ کہتے ہیں کہ کلبوں میں عیش و مستی کرنا، شراب نوشی کرنا، ناچ گانوں کی محفلوں میں مست و مگن رہ کر زندگی گذارنا ہی اصل زندگی کا مزہ ہے، اس کے بغیر زندگی زندگی نہیں، ایسے لوگ آوارہ عورتوں اور مردوں کے ساتھ ہر روز نئے مزے اڑاتے، جوا اور ریس میں پیسہ لگا کر قسمت آزماتے اور ناجائز اور حرام طریقوں سے دنیا کما کر اپنی اور اپنے بچوں کی دنیا بنانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی ساری توانائی، فکر، حرکتیں صرف دنیا کی خاطر ہی ہوا کرتی ہیں، ان کے نزدیک دنیا کی مثال بس ایک ریل گاڑی کی سی ہے کہ ریل آتی ہے، کچھ لوگ اترتے اور کچھ نئے لوگ سوار ہو جاتے ہیں، ان کے نزدیک دنیا کی مثال اور نعمتیں اس گھر کی سی ہے جیسے چھوٹے بچے کھیل کھیل میں ریت میں یا کارڈ بورڈ سے یا کاغذ سے ایک گھر بناتے ہیں اور اپنی کم عقلی سے اُسے اپنا اصلی گھر سمجھتے ہیں، کوئی چیز ٹوٹ پھوٹ جائے تو روتے، چیختے چلاتے ہیں یا پھر اس کو سجا کر خوش ہوتے، تالیاں بجا کر ناچتے ہیں، یہ کیفیت زیادہ تر کافر اور مشرک انسان کی ہوتی ہے۔

بہت سے لوگ جو دنیا کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے، وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا ڈرامہ کا ایک اسٹیج ہے جہاں مختلف لوگ آ آ کر اپنا اپنا پارٹ ادا کر رہے ہیں اور چلے جا رہے ہیں اور دنیا کے مختلف لوگ مختلف ڈرامے کر رہے ہیں، حالانکہ دنیا نہ ڈرامہ کا اسٹیج ہے اور نہ بیکار

بنائی گئی ہے، ڈرامہ میں حقیقت نہیں ہوتی ،صرف کھیل تماشہ ،ہنسی ، دل لگی کا سامان ہوتا ہے، ڈرامہ میں اگر کوئی شراب پیتا ہے تو وہ حقیقی نشہ نہیں ہوتا ،شرابی کی نقل ہوتی ہے اس سے عقل متاثر نہیں ہوتی ، ڈرامہ میں قتل ، چوری ، اغوا ، میاں بیوی کے رول ، دولت مندی ،غریبی ، بادشاہت ماردھاڑ یہ سب کے سب اصلی نہیں ہوتے ،کھیل تماشہ اور وقت گذارنے اور دل بہلانے کے لئے ہوتا ہے، جس پر نہ کوئی پکڑ ہوتی ہے اور نہ ذمہ داری اور نہ نقصان یا فائدہ ، ایک ہی عورت کبھی ماں بنتی ہے، کبھی بیوی ، جو لوگ شوہر اور بیوی بنتے ہیں، حقیقی شوہر اور بیوی نہیں ہوتے ،غرض ڈرامہ میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی ،مگر دنیا میں ایسا نہیں ہے، دنیا میں حقیقت ہے، دنیا میں جو لوگ ماں باپ بنتے ہیں، ان پر اولاد کی پرورش کی بھاری ذمہ داری ہوتی ہے، اگر وہ اولاد کی تربیت نہیں کرتے تو اس کا اثر پورے معاشرہ پر پڑتا ہے، اس کا نقصان کئی نسلوں کو اٹھانا پڑتا ہے، پھر ماں باپ کو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے پاس جواب دینا ہوگا ، بادشاہ اپنی رعایا کے حقوق ادا نہ کرے تو رعایا مصیبت میں مبتلا ہو جاتی ہے، دنیا میں اگر کوئی برائی کو پھیلائے تو سیکڑوں لوگ اس برائی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، یہاں اگر کسی کا قتل ہوتا ہے تو وہ حقیقی قتل ہے، اس قتل کی وجہ سے ایک فرد کی نہیں پورے خاندان کی تباہی و بربادی ہو جاتی ہے، غرض دنیا ایک حقیقت ہے اور یہاں ہر انسان کو مختلف حالات سے حقیقت میں گذرنا پڑتا ہے، دنیا کی ہر چیز کارآمد اور بامقصد بنائی گئی ہے، یہاں تک کہ گوبر اور پاخانے کے کیڑے بھی بیکار نہیں۔

بیشک دنیا بیوقوف نادان کم عقل ، کافر ، مشرک ، ایمان سے خالی ، ایمان سے کمزور ، انسانوں کیلئے کھیل تماشہ ہے، وہ دنیا کو صرف لہو ولعب اور اپنے اوقات اور عمر کو کھیل تماشوں اور خواہشات ، رسم ورواج میں گذارتے ہیں، وہ دنیا میں عیش اور مستی کرتے اور عیش و مستی کے سامان سے لطف اندوز ہوتے ، ان کا وقت اور عمر ان ہی چیزوں میں کٹتی ہے، جبکہ ایمان والا اس دنیا کو امتحان گاہ جان کر اور آخرت کی کھیتی جان کر اس سے آخرت کا فائدہ اٹھاتا ہے اور آخرت بناتا ہے۔

دوسری مخلوقات کو چھوڑ کر انسانوں ہی کا امتحان کیوں لیا جارہا ہے؟

انسانوں کے ذہن میں یہ خیال آسکتا ہے کہ پوری کائنات میں دوسری تمام مخلوقات کو چھوڑ کر صرف انسان اور جنوں ہی کا امتحان کیوں لیا جارہا ہے؟ آخر وہی امتحان و آزمائش کے لئے کیوں پیدا کئے گئے ہیں، دوسری مخلوقات کے لئے یہ دنیا امتحان کی جگہ کیوں نہیں ہے؟ ان کو جزا اور سزا کیوں نہیں ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ جن وانسان ہی کو عمدہ واعلیٰ عقل وفہم دیا گیا، جس کو عقل وفہم ملتی ہے اس کا حساب بھی لیا جاتا ہے، مثلاً ایک چھوٹا بچہ جو ابھی بات کرنے کے قابل نہیں ہوتا، وہ اگر کوئی چیز توڑ پھوڑ دے یا آگ میں ہاتھ ڈال دے تو ہم اس پر بُرا نہیں مانتے بلکہ الٹا اس کے ساتھ ہمدردی ومحبت کا سلوک کرتے ہیں اور اس کی مدد کرتے، اس کے برعکس ایک لڑکا باشعور ہو، عقل وفہم اچھی طرح رکھتا ہو اگر وہ سو روپے کو برباد کردے یا جلا ڈالے تو ہم اس پر اس سے سو روپے کا حساب لیتے اور اس کو سزا بھی دیتے ہیں، اسی طرح جس انسان کو نیکی اور بدی کا شعور ہو اور نیکی اور بدی کرنے کی آزادی واختیار ہو تو اس کے اچھے اعمال پر جزا اور بُرے اعمال پر سزا بھی دی جاتی ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں انسان اور جن ہی کو شر اور خیر کا شعور دیا اور پوری آزادی واختیار دیا ہے کہ چاہے تو وہ اپنی پسند سے اچھے اعمال کرے چاہے تو بُرے، اس لحاظ سے اس کے اچھے اعمال پر اللہ تعالیٰ جزاء دے گا اور برے اعمال پر سزا، اس لئے کہ وہ اچھے یا برے اعمال اپنی پسند پر کرتے ہیں، چاہت اور مرضی سے کرتے ہیں، نابالغ بچوں اور پاگل انسانوں کو امتحان سے چھوٹ ہے۔

دوسری تمام مخلوقات کو یہ آزادی واختیار نہیں، کوئی بکری، گائے، مرغی گناہ کرنا چاہے تو اس میں نافرمانی کی طاقت ہی نہیں اور نہ وہ گناہ کرسکتی ہے، ان کو صرف اور صرف اطاعت ہی کا اختیار دیا گیا، پھر ان کو انسانوں اور جنوں جیسی عقل وشعور ہی نہیں، وہ اچھے بُرے کی تمیز بھی نہیں کرسکتے، اس لئے ان کے کسی عمل پر سزا اور جزاء کا لزوم نہیں ہوتا، اگر ان کو ایسی حالت

میں سزا اور جزاء دی جائے تو ظلم ہو جائے گا۔

انسان اور جن چاہیں تو شرک کر سکتے ہیں، کفر کر سکتے ہیں، ان کو پورا اختیار ہے، انسان چاہیں تو زمین میں امن پیدا کر سکتے ہیں، چاہیں تو فساد برپا کر سکتے ہیں، انسان چاہیں تو بے ایمانی والی زندگی گذار سکتے ہیں، چاہیں تو ایمانداری کی زندگی گذار سکتے ہیں، انسان چاہیں تو محنت مزدوری کر کے حلال کما سکتے ہیں یا چاہیں تو حرام کمائی سے زندگی گذار سکتے ہیں، ان کو اس بات کی پوری آزادی ہے، دوسری مخلوقات کو نہیں، انسان چاہیں تو چوری، زنا، قتل، جوا، دھوکہ بازی، ناچ گانا، رشوت، سود سب کچھ کر سکتے ہیں، اگر چاہیں تو ان تمام چیزوں سے بچ کر تقویٰ اختیار کر سکتے ہیں، اس قسم کی آزادی و اختیار دوسری مخلوقات کو نہیں، اس لئے دنیا صرف انسانوں اور جنوں کے لئے امتحان کی جگہ ہے۔

زمین پر اللہ کی بڑائی کو قائم کرنا انسان کی ذمہ داری ہے

ذرا غور کیجئے کہ پوری کائنات اکیلے اللہ تعالیٰ کی ہے، ہر جگہ اُسی کا اختیار اور حکم چلتا ہے، کائنات میں سورج، چاند، ہوا، پانی، آسمان اور دوسرے تمام ستارے و سیارے ہیں، ان تمام چیزوں میں انسان کو کائنات کے ایک چھوٹے سے حصۂ زمین پر اپنا حکم چلانے اور اپنا اختیار چلانے کی آزادی دی گئی ہے اور اس کو تمام مخلوقات کا سردار بنا کر خلیفۂ زمین بنایا گیا اور بہت ساری مخلوقات کو اس کے تابع کر دیا گیا، زمین کے علاوہ کائنات کے دوسرے مقامات پر انسان کا عمل دخل کچھ بھی نہیں اور نہ انسان وہاں اپنا حکم چلا سکتا ہے، زمین کے اس حصہ پر خدا کسی کو نظر نہیں آتا، اب ایسی صورت میں انسان کا یہ امتحان ہے کہ وہ مخلوقات کے درمیان رہ کر خدا کو پہچانے، مانے اور اس کے احکام و قوانین کو زمین پر جاری کرے، کائنات کے باقی حصوں پر سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے احکام و قوانین سے ہوتا ہے مگر زمین پر اللہ تعالیٰ نے مختصر مدت کیلئے انسان کو آزادی اور اختیار دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نمائندہ بن کر اللہ تعالیٰ کے احکام کے تحت خود بھی چلے اور اللہ کے دوسرے بندوں کو اللہ کی طرف بلائے اور ان کو بھی اللہ کی عبدیت و بندگی کی

تلقین کرے اور اللہ کے احکام کو زمین پر نافذ کرے، اپنی خدائی اور بڑائی نہ چلائے۔

اگر کسی کو حکومت کی طرف سے خزانے کا ذمہ دار بنایا جائے یا کوئی حکومت کسی کو اپنے علاقہ میں حاکم اور وائسرائے بنائے، تو وہ شخص اس علاقہ میں اقتدار اور کرسی پر بیٹھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس علاقہ کا مالک ہوں اور اس علاقہ میں میری بڑائی چلے گی، میرا حکم چلے گا، اگر کوئی ایسا کہے تو وہ غدار اور باغی ہوگا، اس کو تو چاہئے کہ اس علاقہ میں کرسی اور اقتدار پر بیٹھ کر اپنے آپ کو حکومت کا نمائندہ سمجھے، جس طرح ایک حاکم خزانے کو حکومت کی ملکیت اور اپنے آپ کو نوکر سمجھتا ہے اور لوگوں کو حکومت کے احکام سے واقف کرواتا ہے اور حکومت کے احکام اور مرضی پر خود بھی اور لوگوں کو بھی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی تعلیم دیتا ہے، اگر وہ ایسا کرے تو وفادار اور ایماندار کہلائے گا، حکومت کو اس کا پورا پورا اختیار رہتا ہے کہ وہ اپنے حاکم سے خزانے کا اور علاقہ کا حساب طلب کرے اور اس کی جانچ کرے، کیونکہ اس علاقہ کو اور وہاں کی چیزوں کو اس کے اختیار اور تصرف میں دیا گیا ہے، خزانہ اور وہ علاقہ اس کے پاس امانت ہے اس لئے اس کا حساب لینا ضروری ہے۔

بالکل اسی طرح انسان جب پوری کائنات میں مخلوقات کا سردار ہے اور اسے اشرف المخلوقات بنایا گیا اور اس کو زمین کا علاقہ حوالے کیا گیا اور زمین کی چیزوں پر تصرف کا اختیار دیا گیا اور وہ اپنی آزادی واختیار سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ونافرمانی کرسکتا ہے، نیکی اور بدی اپنے اختیار سے کرسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کی بڑائی قائم کرکے اللہ کے احکام نافذ کرسکتا ہے یا اپنی بڑائی اور اپنے احکام نافذ کرکے اپنی خدائی چلاسکتا ہے تو اس آزادی و اختیار کی وجہ سے انسان کا حساب لینا ضروری ہے، آیا وہ فرمانبردار حاکم بنا یا غدار حاکم؟ آیا وہ اپنی بڑائی چلایا یا اللہ تعالیٰ کی بڑائی میں زندگی گذارا۔

مگر انسانوں کا حال بہت بُرا ہے، ان کو جب زمین پر اپنے اوپر یا اپنے اہل وعیال پر اقتدار اور حکومت ملتی ہے تو وہ اپنے کو بڑا بناتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف رشوت، سود، شراب، زنا، چوری، جھوٹ، بے ایمانی، ناانصافی، قتل وغارتگری، ناچ گانا، شرک اور کفر،

فساد سب ہی چیزوں کو کھلی چھوٹ دیدیتے ہیں اور اپنے آپ کو بڑا بنا کر لوگوں پر اپنی خدائی چلاتے ہیں اور زمین پر اللہ تعالیٰ کی بغاوت کرتے ہوئے زندگی گذارتے ہیں۔

دنیا میں بار بار اللہ تعالیٰ کی بڑائی یاد دلائی جارہی ہے

دنیا کی اس زندگی میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو غفلت سے جگانے اور شیطان کے چنگل سے بچانے کیلئے یہ انتظام کیا ہے کہ دن میں پانچ مرتبہ اذان کے ذریعہ اللہ اکبر کے کلمات کو انسانوں کے کانوں میں ڈالا جارہا ہے اور نماز کی تمام رکعتوں میں تقریباً پانچ سو(۵۰۰) مرتبہ اللہ اکبر کہلوا کر اس بات کا اقرار کروایا جارہا ہے کہ کائنات میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بڑا نہیں اور ہمیں اُسی کی بڑائی میں زندگی گذارنی چاہیئے، وہ بڑا ہے اور ہم چھوٹے ہیں، جس طرح ہم اپنے خاندان، قبیلے اور معاشرے میں کسی کو باپ دادا، سردار، امیر و بادشاہ اور صدر بنا کر اسی کی بڑائی مانتے اور اسی کے احکام کی پابندی کرتے، اسی طرح زمین پر جب زندگی گذار رہے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کو بڑا مان کر اپنی بڑائی ختم کرنی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی میں زندگی کے تمام کاروبار کرنے ہوں گے، مگر انسان اللہ اکبر کے ان کلمات کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بار بار ان کلمات کے کان میں پڑنے اور پانچ سو(۵۰۰) مرتبہ زبان سے اقرار کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے تحت زندگی نہیں گذارتا اور صرف مسجد و نماز کی حد تک اللہ تعالیٰ کو بڑا مانتا ہے، مسجد سے باہر نکلنے کے بعد گھر، محلّہ، بستی، شہر، دکان، دفتر، معاشرہ، عدالت، حکومت، پارلیمنٹ ہر جگہ اپنی بڑائی چلاتا اور اپنی بڑائی کے تحت زندگی کے تمام کاروبار انجام دیتا ہے، چنانچہ:

حکومت اور عدالت اودفاتر میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی نہیں چلتی انسانوں کی بڑائی چلتی ہے۔

دُکان، دفتر، کاروبار وتجارت اور نوکریوں میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی نہیں چلتی، انسان کی بڑائی چلتی ہے۔

پیسہ کمانے اور خرچ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی نہیں چلتی انسان کی بڑائی چلتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کے خلاف استعمال کرتا ہے۔

شادی بیاہ ونکاح کی محفلوں میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی نہیں چلتی بلکہ انسان کی بڑائی چلتی ہے، جس کی وجہ سے تمام جاہلانہ رسم ورواج اور فضول خرچی کو ہوا ملتی ہے۔

انسانی جسم جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی نہیں چلتی بلکہ انسانوں کی بڑائی چلتی ہے جس کی وجہ سے شراب، زنا، رشوت، سود، بے پردگی، عریانیت، بداعمالیاں ناچ گانا بجانا عام ہو چکا ہے۔

اہل وعیال اور رشتہ دار جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی نہیں چلتی بلکہ انسانوں کی بڑائی چلتی ہے جس کی وجہ سے وہ اسلام سے دور جہنم کے راستہ پر چلتے ہیں۔

دنیا کی اس امتحان گاہ میں انسان کو آزاد کیوں رکھا گیا؟

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اس امتحان گاہ میں انسان کو اپنی مرضی سے عمل کرنے کی آزادی و اختیار دیا ہے، اس لئے وہ اچھے یا بُرے اعمال کرنے میں آزاد ہے، امتحان کے لئے حسب ذیل شرائط ضروری ہیں، ورنہ وہ امتحان معتبر اور صحیح نہیں ہوتا:

☆ **جس کا امتحان لیا جا رہا ہے اس کو آزاد چھوڑا جائے۔**

☆ **امتحان کے لئے ایک وقت مقرر کیا جائے اور مہلت دی جائے۔**

☆ **امتحان کے لئے شر اور خیر، اچھا اور بُرا دونوں طاقتیں دی جائیں۔**

اس امتحان میں کامیابی کی شکل یہ ہے کہ گناہ کی طاقت رکھتے ہوئے اپنی مرضی اور چاہت سے گناہ سے بچا جائے، بُرائی کا اختیار رکھتے ہوئے نیکی کو اختیار کیا جائے۔

گناہ کرتے ہی سزا کا ملنا امتحان نہیں، اس سے انسان مجبوراً سزا کے ڈر سے اطاعت کرے گا اور اس کی یہ اطاعت اپنی مرضی سے نہیں جبراً اور دباؤ کے تحت ہوگی اور جو چیز جبر اور دباؤ کے تحت ہوتی ہے وہ امتحان نہیں کہلاتی، اختیار و آزادی کے ساتھ عمل کرنے کا موقع دیا جائے تو وہ امتحان کہلاتا ہے۔

عقل بھی یہ بات مانتی ہے کہ امتحان ایک جگہ لیا جائے اور پکڑ، جزا اور سزا دوسری جگہ

دی جائے اور سب کا امتحان ہونے کے بعد نتیجہ کا کوئی مخصوص دن مقرر کر کے نتیجہ ڈکلیر کر دیا جائے، اسی لئے انسان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کھلی چھوٹ اور آزادی دے رکھی اور نتیجہ کا دن آخرت رکھا گیا ہے، خلاصہ یہ کہ دنیا میں انسان کو آزادی محض امتحان کی خاطر دی گئی ہے اور نیکی و بدی کی طاقت بھی امتحان ہی کے لئے دی گئی ہے۔

دنیا سے جنت یا جہنم حاصل کرنا انسان کی مرضی پر رکھا گیا!

دنیا کی اس زندگی میں انسانوں اور جنوں کی آزمائش کے لئے دو راستے رکھے گئے ہیں، ایک صحیح راستہ دوسرا غلط راستہ، ایک نیکی کا راستہ دوسرا بدی کا راستہ، ایک جنت کا راستہ دوسرا جہنم کا راستہ، ایک کامیابی کا راستہ دوسرا ناکامی کا راستہ، بظاہر جنت والا راستہ مشکل، تکالیف والا، مصیبتوں اور مشقتوں سے گھرا ہوا راستہ ہے، سکون اور راحت سے دور، غربت، فاقہ اور محنتوں سے بھرا ہوا رکھا گیا ہے۔

جہنم والا راستہ بظاہر آسان، لذت اور مزیدار، وقتی آرام و راحت اور دنیوی عزت و شان اور محنت کم کمائی زیادہ، نفسانی خواہشات سے بھرا ہوا، حرام و حلال کی تمیز سے خالی رکھا گیا، گویا دنیا کو نقد اور آخرت کو ادھار رکھا گیا ہے، نیکی کو مشکل اور بدی کو آسان اور مزیدار رکھا گیا، حلال کو بے مزہ اور حرام کو مزیدار رکھا گیا، حق کو چھپا ہوا اور باطل کو ظاہر کر کے یہ دیکھا جا رہا ہے کہ کون شر کو اختیار کرتا ہے اور کون خیر کو اختیار کرتا ہے۔

بیوقوف اور نادان انسان گناہ میں مزہ اور حرام میں لذت اور دنیا کی معمولی عزت، عیش و آرام کی وجہ سے دوزخ والے آسان راستے کو اختیار کر لیتا ہے، عقلمند اور سمجھدار لوگ جنت والے راستے میں مشکلات، تکالیف اور پریشانیوں میں جنت کی راحت، عزت و آرام دیکھتے اور دنیا کی برائی کے راستے کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے، دنیا کے عیش کو ٹھکرا کر نیکی والے راستے پر چلتے ہیں اور دنیا کی زندگی میں اس راز کو سمجھتے ہیں، دنیا میں انسان وحیٔ الٰہی سے فائدہ نہ اٹھائے تو دھوکہ کھا کر شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے۔

دنیا ہی جنت یا جہنم کا مال خریدنے کی جگہ ہے

انسان کو دنیا ہی میں رہتے ہوئے جنت یا جہنم کا سودا کرنا ہوگا، اس کو اختیار اور آزادی ہے کہ وہ چاہے تو جنت کا مال خریدے یا دوزخ کا سامان خریدے اور یہ مال سوائے دنیا کے کہیں بھی نہیں ملتا، اگر وہ دنیا کے بازار سے جنت کا مال نہیں خریدے گا تو آخرت میں بہت پچھتائے گا اور آخرت میں نقصان اٹھائے گا، جس طرح ایک سفر کرنے والا اپنا وطن چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہے، اور اگر وہ اپنے ساتھ ویزا روپیہ پیسہ اور ضروری سامان نہیں رکھتا تو جس طرح دوسرے دیش میں ویزا اور روپیہ پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے اس شہر میں داخل ہوسکتا ہے اور نہ ہوٹل میں ٹھہر سکتا اور نہ سردی، گرمی اور برسات سے اپنے کو بچا سکتا اور نہ سواری میں پھر سکتا، بلکہ بھوک سے تڑپتا ہے اور اس کو پتھروں اور سڑکوں پر سونا پڑتا ہے اور بھیک مانگنا پڑتا ہے یا پھر جیل کی ہوا کھانا پڑتا ہے، بالکل اسی طرح دنیا کی زندگی میں جنت والا مال جمع نہ کیا جائے تو انسان آخرت میں ذلت میں مبتلا ہو جائے گا اور جہنم میں جلنا پڑے گا،

ایک بزرگ کا قول ہے کہ دنیا میں رہنا بھی ایک نعمت ہے کہ جنت کا سامان حاصل کرنے کا یہاں موقع دیا جاتا ہے، اگر زندگی ختم ہو جائے تو یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

دنیا انسان کا اصلی گھر نہیں، مختصر قیام گاہ ہے!

اللہ تعالیٰ نے آخرت کے لئے صرف دار کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی وہ گھر یا اصل گھر کا لفظ استعمال فرمایا، اس سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنیا انسان کا اصل گھر نہیں ہے بلکہ یہ ایک سرائے اور گذرگاہ ہے، سرائے اور مسافر خانہ سے انسان کو ہر حال میں تخلیہ کرنا پڑتا ہے، حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو ایک سرائے بتلایا اور سمجھانے کے لئے فرمایا جس طرح ایک مسافر کچھ دیر کے لئے درخت کے نیچے ٹھہر جاتا اور پھر چلتا نظر آتا ہے اسی طرح ہمارا حال بھی ہے۔

دنیا کے سفر میں ایک انسان جس طرح ہوٹل اور سرائے کے کمرے میں ٹھہر کر اس کو اپنا مستقل ٹھکانہ اور اصل گھر نہیں سمجھتا اور اصل گھر اور وطن اُسی کو سمجھتا ہے جہاں سے اُسے کوئی نکال نہ سکے، جہاں اس کو آرام ہی آرام ہو، جہاں اس پر کوئی مصیبت نہ آتی ہو، جو اس سے چھینا نہ جائے، کرائے کے مکان اور کمرہ کو اپنا ذاتی مکان نہیں سمجھتا اور جس جگہ وہ اپنے سفر کے دوران مختصر عارضی وقت کے لئے ٹھہرتا ہے تو اس ہوٹل کے کمرے اور سرائے کے کمرے میں جو بھی تکلیف پیش آئے اُسے برداشت کرتا ہے، مثلاً اگر سرائے اور ہوٹل کے کمرے میں پلنگ ٹھیک نہ ہو، کمرے میں کھٹمل اور مچھر ہوں، بجلی بار بار بند ہوتی ہو، بستر صاف ستھرا نہ ہو، بیت الخلاء صاف نہ ہو، وقت پر کھانا نہ ملتا ہو اور مرضی کا کھانا نہ ملتا ہو، سواری قریب نہ ہو یہ ساری کی ساری تکالیف وہ وہاں برداشت کرتا ہے، اس لئے کہ اُسے یہ بات خوب اچھی طرح معلوم رہتی ہے کہ یہ صرف چندروز کا قیام ہے، چندروز بعد یہاں سے رخصت ہونا ہے، کوئی بھی دنیا کا مسافر اپنی چندروزہ ہوٹل کے قیام میں اپنے قیام کی خاطر نہ کمرے کو رنگ کرتا، نہ کمرہ سجاتا، نہ پلنگ بستر کو آرام دہ بناتا اور نہ بہترین کھانوں کے نہ ملنے کی صورت میں پریشان ہوتا، اگر کوئی ایسا کرے تو وہ بیوقوف اور ناسمجھ مسافر ہوگا، انسان دنیا کے سفر میں تو ہر قسم کی تکالیف جھیل کر اصل وطن اور گھر کی فکر کرتا ہے، مگر افسوس دنیا کو عارضی جانتے ہوئے بھی، ہزاروں انسانوں کو دنیا چھوڑتا ہوا دیکھ کر بھی آخرت کی فکر نہیں کرتا اور رات دن دنیا کو سجانے اور دنیا بنانے ہی کی فکر کرتا ہے حالانکہ مرتے ہی اس کا ساز وسامان، دولت، عہدہ، کرسی اور رشتہ دار سب کے سب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں مگر انسان پھر بھی دنیا ہی پر رال ٹپکاتا ہے۔

اسی طرح انسان کو دنیا کی حالت سفر میں خوبصورت سامان ملے یا ہوٹل کی رضائی اور خوبصورت بستر ملجائے یا ہوٹل کے سامان صوفہ، الماری یا ٹیلیفون ملے یا اس کے کمرے میں ایرکنڈیشن اور قالین ہو، سجاوٹ میں ٹی وی، گلدستے وغیرہ جیسا سامان رہے اور خدمت کے لئے نوکر، تو وہ کبھی اکڑتا اور اتراتا نہیں اور غرور بھی نہیں کرتا، مگر دنیا کو عارضی گھر نہ سمجھنے والے دنیا کا سامان، بنگلہ، کوٹھی، موٹر، دولت، کپڑے اور دیگر سامان عیش مل جائے تو غرور و

تکبر کرتے ، اِتراتے اور اکڑتے ہیں۔

اسی طرح ایسے لوگوں کو اپنی اور اپنی اولاد کی دنیا ہی بنانے کی فکر ہوتی ہے، آخرت کی فکر نہیں ہوتی، کوئی کہتا ہے کہ مجھے اپنے بیٹے کو انجینئر بنانا ہے، کوئی کہتا ہے کہ مجھے اپنی بیٹی کو ڈاکٹر اور سائنسداں بنانا ہے، بس اپنی اور اپنی اولاد کی دنیا بنانے کا رات دن بھوت سوار ہوتا ہے، اس کے برعکس کسی کو یہ فکر نہیں ستاتی کہ ان کی اولاد جنتی بن رہی ہے یا نہیں؟ کہیں وہ دوزخی رخ پر تو نہیں جارہی ہے؟ کہیں وہ اپنی آخرت کو برباد تو نہیں کررہی ہے؟ ایسے انسان اپنی اور اپنی اولاد کی عمریں کم ہونے پر اور موت سے قریب ہوتے جانے کے باوجود غفلت سے نہیں جاگتے ، الٹا سالگرہ منا کر تالیاں بجاتے ، ناچتے گاتے اور عیش کرتے ہیں، ان کو اپنی موت یاد نہیں آتی، ان کو عمر کم ہونے کے باوجود آخرت یاد نہیں آتی اور نہ دنیا کے چھوڑنے کا احساس ہوتا ہے، وہ لوگوں کو مرتا ہوا دیکھ کر بھی دنیا کو عارضی نہیں سمجھتے اور نہ اپنی عمر کے کم ہونے پر دنیا چھوڑنے کا احساس بیدار کرتے ہیں۔

ایک شخص اپنا وطن اور گھر بار چھوڑ کر سعودی عرب جاتا ہے، وہ سعودی عرب کو اپنا اصل گھر نہیں سمجھتا اور جو کچھ کماتا ہے وہ اپنے وطن کو منتقل کرتا ہے، جب تک وہ سعودی عرب میں رہتا ہے خوب محنت کرتا، کم سے کم سوتا اور وقت کو برباد کئے بغیر ایک ایک منٹ کو قیمتی بناتا اور زیادہ سے زیادہ کمائی کرتا ہے اور کم سے کم کھا کر چھوٹی سی جگہ میں زندگی گذار کر زیادہ سے زیادہ کمائی اپنے وطن بھیجتا ہے، یہ اس لئے کرتا ہے کہ اس کے پاس وہاں رہنے کا تصور یہ ہوتا ہے کہ سعودی عرب مختصر قیام کی جگہ ہے، جیسے ہی ویزا اور کام کرنے کا وقت ختم ہوجائے گا اس کو سعودی عرب سے باہر نکال دیا جائے گا، بالکل اسی طرح ایک انسان کو دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کا دھیان رکھ کر زندگی گذارنا چاہئے ، جیسے ہی دنیا میں عمل کرنے کا وقت ختم ہوجائے گا اس کو موت کے ذریعہ اس دنیا سے باہر نکال دیا جائے گا، گویا موت دنیا کا ویزا ختم ہوجانے کی علامت ہے، اس کے برعکس اگر ایک انسان کمائی کی جگہ جا کر ساری کمائی وہیں عیش و مستی میں ختم کردے تو وہ اپنے وطن میں آکر فقیر ہوگا، پریشانیوں میں مبتلا رہے گا،

انسانوں کا حال بھی بالکل ویسا ہی ہے کہ وہ اپنی تمام توانائی، پوری کوشش ومحنت دنیا کو حاصل کرنے اور دنیا ہی کو بنانے پر خرچ کرتے نظر آتے ہیں، وہ آخرت کو مانتے ہوئے آخرت سے غافل بنے ہوئے ہوتے ہیں۔

بہلول داناؒ ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں، خلیفہ ہارون رشیدؒ کے زمانہ میں وہ اکثر ان کے دربار میں آیا کرتے تھے، ان کو دربار میں آنے کے لئے کوئی روک نہیں تھی، ایک مرتبہ وہ خلیفہ سے ملنے کے لئے آئے تو ہارون رشید نے ان کو ایک لکڑی کا ٹکڑا دے کر کہا کہ بہلول دنیا میں جو سب سے زیادہ بیوقوف نظر آئے اُسے تم یہ لکڑی کا ٹکڑا دے دینا، بہلول نے خاموشی سے وہ ٹکڑا رکھ لیا، بہت سالوں کے بعد جب خلیفہ ہارون رشید کے انتقال کا وقت آیا تو وہ بیمار بستر مرگ پر گھر میں آرام کررہے تھے، بہلول خلیفہ کی عیادت کیلئے تشریف لائے تو خلیفہ نے کہا بہلول اب ہمارے لئے دعا کرنا، ہم آخرت کے لمبے سفر پر جارہے ہیں، بہلولؒ نے پوچھا: اچھا امیر المومنین آخرت کے لمبے سفر پر جارہے ہیں تو آپ نے وہاں کیا کیا انتظامات کئے؟ وہاں کتنے سپاہی بھیجے؟ کتنے نوکر چاکر اور خادموں کو بھیجا؟ وہاں رہنے کے لئے کونسا محل حفاظت کے لئے تیار کیا؟ کتنا سامان آرام کے لئے لیجارہے ہیں؟ خلیفہ نے یہ سن کر کہا کہ: بہلول وہ جگہ ایسی ہے جہاں یہ کچھ نہیں بھیجا جاسکتا! تو بہلول نے کہا: مگر دنیا کے سفر پر آپ جاتے تو یہ سب چیزیں پہلے بھیجتے تھے اور اتنی اہم اور لمبے سفر پر کچھ نہیں بھیجا؟ ٹھیک ہے تو پھر یہ لکڑی رکھ لیجئے، خلیفہ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو بہلول نے کہا: آپ ہی نے مجھے دیا تھا کہ دنیا میں اگر کوئی سب سے زیادہ بیوقوف نظر آئے تو اُسے یہ دے دینا، آپ دنیا کے سفر کے لئے تو سارے انتظامات کرتے تھے مگر آخرت کے سفر کے لئے کچھ نہیں بھیجا، تعجب ہے! آپ پر اور آپ کی عقل پر، خلیفہ حیران رہ گیا۔

دنیا کی اس عارضی زندگی میں انسان خواہ کتنا ہی مالدار ہو، خواہ کتنا ہی سروسامان والا ہو تو وہ سب چھوڑنا ہوگا، اگر کوئی بادشاہ ہے تو تھوڑی دیر کے لئے، اگر کوئی فقیر وغریب ہے تو تھوڑی دیر کے لئے، کوئی پہلوان اور طاقتور ہے تو تھوڑی دیر کے لئے، کوئی اندھا، لنگڑا، لولا،

کانا و بہرا ہے تو صرف تھوڑی دیر کے لئے ہے، زندگی کی کوئی حالت بھی دنیا میں مستقل اور پائیدار نہیں ہے، جو جس حال میں ہے عارضی طور پر ہے اور ایک محدود مدت کے لئے ہے۔

حضرت ابوذرؓ غفاری کا واقعہ ہے کہ ایک دن ایک شخص آپؓ کے گھر میں داخل ہوا، چاروں طرف نظر دوڑائی، گھر میں کوئی سامان دکھائی نہ دیا تو اس نے تعجب سے پوچھا: اے ابوذر! آپ کا سامان کہاں ہے؟ فرمایا: ہمارا ایک دوسری جگہ گھر ہے، اچھا سامان ہم وہاں بھیج دیتے ہیں، وہ شخص آپ کی مراد سمجھ گیا اور کہنے لگا: اے ابوذر! جب تک آپ اس گھر میں ہیں یہاں رہنے کے لئے بھی تو کچھ سامان آپ کے پاس ہونا چاہئے؟ تو آپ نے فرمایا: گھر کا اصل مالک ہمیں یہاں رہنے نہیں دے گا۔

کوئی بھی انسان موت کا انکار نہیں کرتا، اس کو حق الیقین کے درجہ میں دنیا سے جانے کا یقین ہوتا ہے مگر انسان دنیا میں ایسے زندگی گذارتا ہے جیسے اس کو دنیا کبھی چھوڑنا ہی نہیں ہے، وہ کبھی مرنے والا ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر دنیا کی چیزوں سے محبت کرنے والوں کو عذاب کا انتظار کرنے کی وعید!

”اے نبیؐ! آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں اور برادری اور وہ مال جو تم نے کمایا اور تجارت و کاروبار اور تمہارے مکان جو تم کو پسند ہیں، اگر یہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جان و مال لگا دینے سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو کہ اللہ کا کوئی حکم تمہارے بارے میں آجائے“۔(التوبہ:۲۴)

جب انسانوں کی صحیح تربیت نہیں ہوتی اور وہ وحی کی تعلیم سے دور رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا اور دنیا کی چیزوں سے محبت کرتے ہیں، ایسے انسانوں کو قرآن مجید کی ان آیات کو ہمیشہ ذہن میں رکھ کر زندگی گذارنا چاہئے، ایسے لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت پر اہل و عیال، خاندان، قبیلہ، وطن، مکانات، دولت، تجارت اور دیگر دنیوی چیزوں کی محبت کو غلبہ دیتے ہیں، ایسے لوگوں کو دنیا کی اس محبت کو دیکھنے کے لئے

مرنے کے بعد اپنی محبت کا حال دیکھنا چاہئے، اس نے جس بیوی کی محبت میں خدا کی نافرمانی کی، جس اولاد کی دنیا بنانے حرام و ناجائز مال کمایا اور جو خاندان اور قبیلہ اور وطن کے لئے مرمٹا اس کے مرتے ہی جس رات وہ مرا تھا اس کے بیوی بچے اس کے ساتھ رات گذارنے کے لئے تیار نہیں تھے، جو بیوی محبت کا دعویٰ کر کے کہتی تھی کہ میں تیری ہوں تیری ہوں، وہ آج کسی دوسرے سے نکاح کر کے اُس سے وفاداری کا دعویٰ کرتی ہے، جو کپڑے وہ استعمال کرتا اور جس صابن سے اُسے آخری غسل دیا گیا اس کو گھر کے افراد خود استعمال کرنے کے لئے تیار نہیں، اس کی تمام چیزوں کو خیرات کر دیا جاتا ہے، مرنے کے بعد اس کے کمرے اور سونے کی جگہ پر سونے سے ڈرتے اور بھوت بننے کا احساس رکھتے ہیں، کچھ دنوں بعد سب لوگ اس کو بھول کر کھانے پینے، عیش و مستی میں لگ کر ٹی وی کے پجاری بن کر ہنسی مذاق میں زندگی گذارتے ہیں، خاندان اور دوست احباب قبر میں ڈالتے ہی اس کی خرابیوں کو یاد کر کے اس کی برائی بھی کرتے ہیں، عہدہ، کرسی اور جائیداد کے لئے لڑائیاں لڑی جاتی ہیں، اس لئے انسان دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کی تمام چیزوں سے اللہ تعالیٰ کے واسطے سے محبت کرے، اس کو مرنے تک اولاد، بیوی، ماں باپ، دولت، وطن، خاندان وقبیلہ، نفس سب چیزوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں شدید ہو، اگر اللہ تعالیٰ کی محبت میں کمی ہوگی تو اس کا ایمان، حقیقی ایمان نہیں رہتا، ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ ہی سے محبت تھی، دوسری چیز یہ کہ اپنی محبت کو اللہ تعالیٰ میں پیدا کرنا ہو یا اللہ تعالیٰ ہم سے محبت کرنے لگے تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ دنیا کی اس زندگی میں زیادہ سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے رہیں، اس سے اللہ تعالیٰ ہم سے محبت کرے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو قرآن میں ارشاد فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ (اے محمدؐ!) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا۔

دنیا میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے اندر بڑھانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم دن رات اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، احسانات وانعامات، رحمتوں، مہربانیوں پر غور وفکر کر کے یاد کرتے

رہیں، اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی رہتی ہے۔

دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کی محبت کو کس طرح دور رکھنا چاہئے، اس کو اس مثال سے سمجھیں، کشتی جب پانی میں ہوتی ہے تو پانی کشتی سے باہر ہوتا ہے، اگر پانی اندر آ جائے تو ڈوبنے لگتی ہے، کشتی کے دوڑنے کی جگہ اصل پانی ہی ہے، وہ بغیر پانی کے دوڑ نہیں سکتی، چنانچہ کشتی پانی میں رہ کر پانی سے پورا فائدہ اٹھاتی ہے مگر وہ پانی کو اپنے اندر نہیں لیتی، اگر پانی اندر لے لے تو ڈوبنا شروع ہوجاتی ہے، بالکل اسی طرح انسان کے دوڑنے اور آخرت بنانے کی جگہ صرف دنیا ہے، جب دل میں دنیا کی محبت بیٹھ جاتی ہے تو انسان دنیا کا دیوانہ بن کر آخرت سے غافل ہو کر دوزخ کے سمندر میں ڈوبنے لگتا ہے اور اپنے آپ کو دوزخی بنانے کے قابل بنالیتا ہے اور جو لوگ دنیا کی محبت کو دل میں نہیں بٹھاتے اور دل سے باہر رکھتے ہیں وہ دنیا میں جنت کے میدانوں اور باغوں کی سیر کرتے اور ان میں دوڑتے ہیں اور اپنے آپ کو جنتی بناتے ہیں، انسان جب دنیا کی، مال کی محبت میں گرفتار ہوجاتا ہے تو مال کا بندہ بن جاتا ہے، مال کی پوجا و پرستش کرتا، اُسی کو سب کچھ سمجھتا ہے، خدا کا بندہ باقی نہیں رہتا، اس لئے دنیا میں زندگی گذارتے ہوئے مال کو جیب کی حد تک، ضرورت کی حد تک ہی رکھنا ہوگا، اس کی محبت کو دل میں اترنے نہیں دینا چاہئے، کفار اور مشرکین دنیا اور مال کے پُجاری ہوتے ہیں، وہ دنیا کو اتنا کمانا چاہتے ہیں کہ سات پشتوں تک کی کمائی ان کے ہاتھ آ جائے، دنیا کا ہر کام اتنا ہی کیجئے جتنی ضرورت ہے، دنیا کی محبت اور اہمیت کو کم کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سکرات، موت، قبر، عذابِ قبر، حشر کا میدان، پل صراط، جنت و دوزخ کو اور وہاں کے عذابات و انعامات کو خوب یاد کیا جائے اور ان کا خوب تذکرہ کیا جائے اور سنا جائے، دنیا میں رہتے ہوئے قرآن و حدیث کے ذریعہ آخرت کو یاد رکھا جائے۔

دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کو اپنا بنانے کی کوشش کریں!

دنیا میں بہت سے لوگ دنیا کی عارضی عزت اور جھوٹی شان و شوکت، دِکھاوا کر کے اور مال خرچ کر کے حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ دِکھاوے اور دنیوی عزت کی خاطر بہت سارے کام

نام ونمود کے لئے کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کی عزت کریں، اس کو سخی و داتا کہیں، ان کو جُھک جُھک کر سلام کریں، ان کو بڑا بنائیں اور دولتمند مانیں، وہ اسی غرض کے لئے خوب پیسہ بھی خرچ کرتے ہیں اور دِکھاوے کی زندگی گذارتے ہیں، ایسے لوگوں کو محمود اور ایاز کا قصہ یاد رکھنا چاہئے، محمود نے کچھ اشرفیاں لُٹا کر گھوڑے پر سوار ہو کر جانے لگا، ایاز جو اس کا غلام تھا اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا، محمود نے کہا: ایاز وہاں جاؤ، میں وہاں مال لُٹا کر آرہا ہوں تم میرے ساتھ کیوں آرہے ہو؟ تو ایاز نے کہا: سرکار! وہ مال اور اشرفیوں سے خوش ہو رہے ہیں، میں آپ کو اور آپ کے دل کو لُوٹنا چاہتا ہوں، جب آپ میرے ہو جائیں گے تو ہر قسم کی عزت، ہر قسم کا آرام مجھے ملے گا، سارا ملک میرا اور ملک کا خزانہ میرا ہو جائے گا، وہ لوگ جسے لُوٹنا ہے اُسے نہیں لُوٹ رہے ہیں، اشرفیاں لوٹ رہے ہیں، جس سے ان کو وقتی فائدہ ہو جائے گا، بالکل اسی طرح انسان دنیا کی اس زندگی میں مالکِ کائنات کو اپنا بنانے اور اُس سے دوستی پیدا کرنے کی کوشش کرے، اس کو راضی اور خوش کرنے کی کوشش کرے تو اس کو حقیقی عزت وسکون ملے گا، دنیا کے انسانوں کو خوش کر کے وہ وقتی عزت اور وقتی مقام حاصل کرے گا، وہ اپنے آپ کو خدا کے پاس تعریف کے قابل بنائے۔

دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی زندگی کی مثال!

اگر چہ دنیا میں رہ کر آخرت کی زندگی کا اندازہ نہیں لگا سکتے، پھر بھی اس کو سمجھنے کے لئے یہ مثال ذہن میں رکھئے کہ اگر پوری دنیا کو تل کے دانوں سے بھر دیا جائے اور ایک چڑیا سے کہا جائے کہ وہ سال میں ایک دانہ کھائے تو اندازہ لگائیے کہ پوری دنیا کے تل کے دانے کب ختم ہوں گے؟ بلاشبہ دنیا کی زندگی کے مقابلہ میں آخرت کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کی ہے، ختم نہیں ہونے والی ہے، اللہ تعالیٰ موت جو ایک مخلوق ہے اس کو دنبے کی شکل میں لا کر ذبح کر دیں گے، نہ جنتی کو موت آئے گی اور نہ دوزخی کو موت آئے گی، دوزخی سزاؤں اور عذاب کی تکلیف سے مرنا چاہے گا اور موت کو یاد کرے گا مگر اس کو موت نہیں آئے گی، دنیا میں انسان مصیبتوں اور تکالیف

سے تنگ آ کر نجات پانے کے لئے خودکو کسی نہ کسی طرح سے ختم کرلیتا ہے مگر دوزخی ایسا نہیں کرسکیں گے، دنیا کے مقابلہ میں آخرت کا ایک دن پچاس ہزار سالوں کے برابر ہوگا۔

دنیا دراصل آخرت کی کھیتی ہے!

حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بتلایا ہے اور سمجھایا ہے کہ جو چیز یہاں بوئیں گے وہی وہاں کاٹیں گے۔

اسلام انسانوں سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ اس دنیا کی متاعِ حیات سے فائدہ نہ اٹھائیں اور اس کی راحت وزینت کو خواہ مخواہ لات ماریں بلکہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ دنیا کی تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق استعمال کر کے اپنی آخرت بناؤ اور دنیا کی زندگی پر آخرت کی زندگی کو ترجیح دو، دنیا کا عیش وآرام اور مصیبت عارضی اور کمتر ہے، آخرت کا عیش وآرام بہتر اور ہمیشہ ہمیشہ کا ہے، اس لئے انسان کو چاہئے کہ دنیا کی متاع اور پونجی حاصل کر کے آخرت کو بنانے میں مصروف رہے، اسلام انسان کو نہ تجارت سے روکتا ہے اور نہ دولت کمانے سے منع کرتا ہے اور نہ انسان کو فقر وفاقہ میں مبتلا رہنے کی تعلیم دیتا ہے، بلکہ وہ کہتا ہے کہ یہ دنیا جس پر انسان فریفتہ رہتا ہے بہت تھوڑی اور عارضی ہے، یہاں نیکیاں کمانے کے لئے انسان جو محنت کرے گا اس کا پھل اور نتیجہ دنیا میں بھی ملے گا، قبر و برزخ میں بھی ملے گا، اور آخرت میں انشاء اللہ تعالیٰ ملے گا ہی ملے گا، جو آخرت نہیں چاہتا اُسے دنیا نقد ملے گی۔

دنیا کی تمام چیزوں کو دو طرح سے استعمال کیا جاسکتا ہے!

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام چیزیں انسانوں کے فائدے ہی کیلئے بنائی ہیں اور کوئی چیز بیکار پیدا نہیں کی، انسانوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ تمام چیزوں کو اپنے اختیار و آزادی کے ذریعہ یا تو خیر میں استعمال کریں یا شر میں استعمال کریں، انسان ان کو دو طرح سے استعمال کرسکتا

ہے، اگر ان کا استعمال صحیح ہو، اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبویؐ طریقہ کے مطابق ہو تو وہ چیز اللہ تعالیٰ کی رضا خوشنودی اور جنت حاصل کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے اور اگر وہی چیز اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف استعمال ہو تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور دوزخ حاصل کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے، مثلاً دولت ہی کو لیجئے، کتنے لوگ ہیں جو دولت کا استعمال اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے استعمال کر کے دین کو پھیلاتے اور دین کو مضبوط کرنے والے کام کرتے اور دولت سے لوگوں کا حق ادا کرتے ہیں تو وہ دولت کے ذریعہ جنت کا سودا کرتے ہیں، اس کے برعکس کتنے لوگ ایسے ہیں جو دولت کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف استعمال کر کے فضول خرچی، عیاشی اور بدکاری اور جاہلانہ رسم و رواج میں استعمال کرتے اور دولت کے ذریعہ اسلام کو کمزور کرتے تو وہ دولت ہی کے ذریعہ جہنم کا سودا کرتے ہیں، اس لئے دولت کے ذریعہ انسان یا تو جہنم خرید سکتا ہے یا جنت کا سودا کر سکتا ہے۔

حکومت واقتدار خالص دنیاداری نظر آتی ہے، مگر اسی حکومت کے ذریعہ اللہ کا نمائندہ بن کر اللہ کے قانون نافذ کرے، عدل و انصاف کرے، رعایا کے حقوق ادا کرے تو اسی حکومت کے ذریعہ جنتی بن سکتے ہیں، ورنہ حکومت واقتدار ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے بجائے انسانی قانون نافذ کر کے انسانوں پر خدائی چلائے اور ناانصافی، ظلم و زیادتی کرے، لوگوں کو تکلیف میں مبتلا کرے تو یہی حکومت جہنم کا سودا بن جائے گی اور اگر اللہ تعالیٰ کا نمائندہ بن کر حکومت کرے تو حکومت ہی سے جنت بنا سکتا ہے۔

اسی طرح انسان اپنے جسم اور جسمانی اعضاء کا استعمال اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے مطابق کرے تو وہ اپنے آپ کو جنتی بنا سکتا ہے اور اگر ناچ گانا، بجانا، شراب، زنا، قتل وخون، جوا، گالی گلوج جیسی چیزوں کو اختیار کرے، شرک کرے، کفر کرے، زبان کا استعمال غلط کرے تو وہ اپنے آپ کو جہنمی بنانے کے لئے تیار کرتا ہے۔

اسی طرح انسان اپنے وقت کا استعمال اللہ تعالیٰ کے احکام میں کرے اور وقت کو ضائع اور برباد نہ کرے اور وقت سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر ایک ایک لمحہ اور زندگی کے ہر ہر

قدم پر اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی اور غلامی کرے تو وہ اپنے آپ کو اور اپنی عمر کو کارآمد بنا رہا ہے اور اگر وقت کو برباد کرے اور زندگی کو اسلام کے خلاف استعمال کرے تو وہ اپنی عمر ضائع و برباد کر کے جہنم کا سودا کرتا ہے۔

اتنا ہی نہیں اللہ تعالیٰ نے چھری انسان کی زندگی میں ضرورتوں کو پورا کرنے، گوشت اور ترکاریاں کاٹنے کے لئے رکھا ہے، اگر انسان اس کا استعمال کسی انسان کو قتل کرنے کے لئے کرے تو یہ خود انسان کا اختیار کیا ہوا جہنمی سودا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے چھری سے یہ کام لینے کو حرام قرار دیا ہے، انسان اپنی بیوی سے نفسانی خواہش پوری کرے تو جنت کا سودا کیا، اگر وہی نفسانی خواہش آوارہ عورتوں سے پوری کرے تو جہنم کا سودا ہوگا، عورت اگر چاہے تو اپنے جسم کو برہنہ ہونے سے بچائے اور اللہ تعالیٰ کیلئے پردہ کرے تو جنت کا سودا کیا اور اگر برہنہ پھرے اور بے پردہ ہو جائے تو اس نے دوزخ کا سودا کیا، غرض انسان اپنی طاقت کو، خواہشات کو، اہل وعیال کو، نفس کو، علم کو اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق استعمال کرے تو وہ جنت حاصل کر سکتا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف استعمال کرے تو دوزخ کی طرف جاتا ہے۔

اس تشریح سے یہ ثابت ہوا کہ انسان دنیا کی تمام چیزوں کو دو طرح سے استعمال کرنے کی طاقت وصلاحیت رکھتا ہے، اب اس کو یہ اختیار اور آزادی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے تمام چیزوں کو یا تو جنت والے اعمال پر استعمال کرے یا دوزخی اعمال پر استعمال کرے، عقلمند اور سمجھدار انسان دنیا ہی سے اپنی جنت بناتا ہے اور بیوقوف و نادان انسان دنیا ہی سے دوزخ پسند کر کے لیجاتا ہے، یعنی عقلمند انسان جنت کی محنت کرتا ہے، بیوقوف انسان دوزخ کی محنت کرتا ہے اور دوزخی اعمال کا دیوانہ ہوتا ہے۔

جو لوگ دنیا کے اس پل صراط پر عقل و ہوش کے ساتھ سنبھل کر چلتے ہیں یا شریعت پر خوشی خوشی اور پسند کے ساتھ چلتے ہیں وہی لوگ آخرت کے پل صراط پر سنبھل کر چلیں گے اور تیز تیز چلیں گے، جو لوگ دنیا کے اس پل صراط پر یا شریعت کے راستہ پر لڑکھڑاتے ہوئے چلتے ہیں یا کبھی چلتے اور کبھی نہیں چلتے تو وہ آخرت کے پل صراط پر ٹھوکریں کھاتے ہوئے چلیں گے یا نہیں چل سکیں گے یا ٹھوکر کھا کر جہنم میں گریں گے۔

کائنات کی تمام چیزیں اسلام پر ہی زندگی گذارتی ہیں!

و من يبتغ غير الاسلام ديناً فلن يقبل منه ۔ (ال عمران:۸۵)

اور جو کوئی اس طریقۂ اطاعت اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین چاہے تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

سوائے انسان اور جن کے کائنات کی تمام چیزیں اسلام پر زندگی گذار رہی ہیں اور اس طرح وہ مسلمان ہیں، اسلام کے معنٰی ہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وغلامی کرنا اور جو اسلام پر زندگی گذارتا ہے اُسے مسلمان کہتے ہیں، اس لحاظ سے ساری کائنات کا مذہب اسلام ہے اور کائنات کی ہر چیز مسلمان ہے، کائنات کی ہر چیز اللہ کے قاعدے اور قانون کی پابند ہے، ان میں ذرہ برابر بھی نافرمانی کا جذبہ نہیں، وہ دن رات صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی پر چلتی ہیں، زمین اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت وفرمانبرداری کرتی ہے، اس لئے وہ مسلمان ہے، ہوا صرف اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت وفرمانبرداری کرتی اس لئے وہ مسلمان ہے، پانی اور بادل صرف اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں اس لئے وہ مسلمان ہیں، جانوراور تمام پرندے اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں اس لئے وہ مسلمان ہیں، تمام درخت اور پودے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں اس لئے وہ مسلمان ہیں، سورج، چاند، ستارے سب کے سب اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں اس لئے وہ مسلمان ہیں، تمام فرشتے اللہ تعالیٰ ہی کی فرمانبرداری کرتے ہیں اس لئے وہ مسلمان ہیں، غرض انسان وجن کے سوا کائنات کا ذرہ ذرہ مسلم ہے، خود انسان اور جنات کے جسم اللہ تعالیٰ کی مرضی پر کام کرتے ہیں اس لئے وہ بھی مسلمان ہیں۔

کائنات کی تمام چیزوں میں اور انسانوں میں فرق یہ ہے کہ کائنات کی چیزوں کو گناہ کرنے، نافرمانی کرنے اور بغاوت کرنے کا اختیار اور آزادی نہیں، انسان کو گناہ اور نیکی کرنے کا اختیار اور آزادی دی گئی ہے، اس لحاظ سے کائنات کی تمام چیزوں میں نافرمانی کا مادہ ہی نہیں، وہ سوائے فرمانبرداری کے دوسرا کام نہیں کرتیں، انسان اور جن کو چونکہ آزادی دی گئی

ہے اس لئے اس اختیار کی وجہ سے وہ نافرمانی بھی کرتا ہے، اس لئے کائنات کی چیزوں کے مقابلے انسان کو اپنی مرضی، اپنی خواہش اور پسند اور چاہت سے مسلمان بننا ہے، کائنات کی چیزیں پیدائشی مسلمان ہیں، اسی وجہ سے کائنات کی چیزوں کا امتحان نہیں لیا جارہا ہے، امتحان تو اُسی کا لیا جاسکتا ہے جس کو آزادی واختیار دیا جائے، نیکی اور بدی پر چلنے کی طاقت دی جائے، عقل وفہم عطا کی جائے، اسی لئے کائنات کی چیزوں کے لئے جزاء اور سزاء بھی نہیں۔

انسان اور جنوں کو سمجھنا چاہئے کہ جب کائنات کی تمام چیزیں مسلمان ہیں اور وہ رات دن اللہ تعالیٰ کی غلامی کرتی رہتی ہیں تو انسان اور جن ان کے درمیان میں رہتے ہوئے وہ نافرمان اور باغی بن کر کیسے زندگی گذارسکتا ہے؟ تمام چیزیں مسلم ہیں تو وہ غیر مسلم بن کر کیسے زندگی گذارسکتا ہے؟ انسان اور جن کو بھی چاہئے کہ وہ کائنات کی دوسری چیزوں کی ساتھ مسلم بنیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری و وفاداری کریں، نہ کسی دوسری کی غلامی کریں، نہ اپنے مالک کا انکار کریں۔

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ جب بھی جس زمانہ میں بھی کسی قوم نے اور کسی ملک کے انسانوں نے اپنی مرضی سے پیغمبر کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کو مانا اور اُسی کی عبدیت و بندگی کی وہ مسلمان تھا اور مسلمان ہے اور قیامت تک جو انسان اللہ کی غلامی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں قبول کرے گا وہ مسلمان ہی کہلائے گا، اسلام کسی ملک، کسی قوم یا کسی شخصیت کا نام نہیں بلکہ انسان کی خاص حیثیت اور اس کے عقیدہ اور عمل کا نام ہے، یہ کمیونزم یا سوشلزم کی طرح کوئی اِزم نہیں ہے اور نہ اُسے محمڈ اِزم کہا جاسکتا ہے، یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سوائے اسلام کے کوئی دوسرا دین قبول ہی نہیں۔

دنیا میں انسان کو دوبارہ کیوں نہیں بھیجا جائے گا؟

انسان جب حق کو دیکھ لے گا تو دوبارہ دنیا میں بھیجنے کی درخواست کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایماندار بندہ بن کر آئے گا، مگر اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجے گا، اس کی ایک وجہ یہ سمجھ

میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان گاہ بنا کر دار الاسباب بنایا ہے، قیامت قائم ہوتے ہی تمام کائنات کی چیزوں کو فنا کر دیا جائے گا، انسان کے دوبارہ بھیجنے سے ان تمام اسباب کو پھر پیدا کرنا ہوگا، حضرت آدم علیہ السلام کو پھر زمین پر بسانا ہوگا اور تمام پیغمبروں اور کتابوں کو نازل کرنا ہوگا، انسانوں کو شر اور خیر، نیکی و بدی کی پھر طاقت و آزادی و اختیار دینا ہوگا، شیطان کو بھی ساتھ رکھنا ہوگا، اس کے ساتھ ساتھ حشر کے میدان میں انسان نے جو حالات حق کے ظاہر ہونے کے بعد دیکھا ہے اس یادداشت کو امتحان کی خاطر انسانی ذہن سے مٹانا ہوگا، تب ہی انسان کا امتحان لیا جا سکے گا، اللہ تعالیٰ بحیثیت خالق ہونے کے یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ یادداشت کو ذہن و دماغ سے مٹانے کے بعد برائی چاہنے والا انسان پھر برائی کی طرف ہی بھاگے گا، شیطان ہی کا ساتھی بنے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ اس انسان کو دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجے گا۔

بعض لوگ نیکی و بدی کو انسانوں کا پھیلایا ہوا خیال تصور کرتے ہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں نیکی اور برائی یہ سب انسانوں کا پھیلایا ہوا ڈھونگ اور خیال ہے، کوئی چیز نہ نیکی ہے اور نہ کوئی چیز گناہ ہے، ایسے لوگ یہی خیال رکھ کر ہر اچھا برا کام کئے جاتے اور گناہ یا نیکی کا تصور ہی نہیں رکھتے۔

حالانکہ ایسے لوگ بہت ساری چیزوں کو فطرۃً اچھا یا برا سمجھتے ہیں، مثلاً وہ کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ اُن کی اولاد کسی دوسرے کو باپ سمجھے اور ابّا ابّا کہہ کر پکارے یا ان کی بیوی کسی دوسرے مرد کو شوہر کہے یا کسی مرد کے ساتھ بیوی جیسا برتاؤ کرے یا خود ان کی لڑکیاں شادی سے پہلے غیر مردوں کے ساتھ رہیں، ان تمام چیزوں کو وہ برا سمجھتے ہیں، ایسے لوگ کپڑے پہننے کو اچھا اور برہنہ پھرنے کو برا سمجھتے ہیں، وہ مردار جانور کھانے کو برا سمجھتے ہیں، چوری کرنے، جھوٹ بولنے، قتل کرنے، گالیاں دینے، دھوکہ دینے، بڑوں کا ادب نہ کرنے، جوا کھیلنے، برہنہ بیٹھ کر ضرورت سے فارغ ہونے، کُھلے عام برہنہ نہانے یا ماں کو بیوی اور بیوی کو ماں کی طرح سمجھنے، سگی بہن، بیٹی سے خود شادی کرنے یا آپس میں بھائی

بہنوں کوشادی کرنے کو بہت بڑا جرم اور بداخلاقی و بدکرداری تصور کرتے ہیں، اپنی بیوی کا غیر مردوں کے ساتھ گھومنا پھرنا تک برداشت نہیں کرتے ،غرض یہ کہ بہت ساری چیزوں میں وہ خود فطرۃً اچھائی اور برائی کا ذہن اور تصور رکھتے ہیں۔

یادرکھئے کہ اسلام میں جن جن چیزوں کو گناہ اور جن جن چیزوں کو نیکی بتلایا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا ہے اور عین انسان کی فطرت کے مطابق ہے اور انسان ان چیزوں کو طبیعت اور مزاج کے مطابق مانتا بھی ہے اور جن جن چیزوں کو پاک اور ناپاک بتایا گیا اور جن چیزوں کو حرام وحلال بتایا گیا وہ تمام چیزیں انسان کی صحت کے لئے نقصان دہ اور عقل کو خراب کرنے والی اور جسمانی اعتبار سے نقصان پہنچانے والی ہیں، ان سے انسان کے جسم انسانی معاشرے اور ماحول میں برائی اور فساد برپا ہوتا ہے اور انسان کا سکون برباد ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ بحیثیت خالق ہونے کے وہ جانتا ہے کہ کونسی چیزیں انسانوں کے لئے فائدہ مند ہے اور کونسی نقصان دہ، پھر بہت ساری چیزوں کو حرام وحلال کرکے انسانوں کا امتحان لیا جارہا ہے، انسانی عقل اور انسانی سائنس کسی چیز کے بارے میں جائز و ناجائز، حرام وحلال، پاک وناپاک کونہیں بتلاسکتی، ان چیزوں کے بارے میں وحئ الٰہی ہی سے انسان کو مکمل جانکاری حاصل ہوتی ہے، اس لئے انسان کو وحئ الٰہی پر مکمل بھروسہ کرکے نیکی اور گناہ کا تصور پیدا کرنا اور حرام وحلال کا احساس رکھ کر زندگی گذارنا چاہئے۔

دنیا میں امتحان کا طریقۂ کار کیا رکھا گیا؟

ساری باتیں تو یہاں نہیں بیان کی جاسکتیں، صرف چند ضروری اور اہم باتوں کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے، دنیا کی اس امتحان گاہ میں امتحان کا طریقۂ کار یہ ہے کہ یہاں دو راستے رکھے گئے ہیں، ایک جنت والا اور دوسرا دوزخ والا راستہ، ایک کامیابی کا راستہ دوسرا ناکامی کا راستہ، پھران دونوں راستوں کی سمجھ بوجھ اور تمیز دینے کے لئے انسان کو عقل وفہم اور ضمیر دیا گیا، آسمان سے علم نازل کیا گیا، آسمانی علم کو سمجھانے اور اس پر عمل کا طریقہ بتلانے

پیغمبر بھیجے گئے، پھر ساتھ ساتھ انسان کو نفس اور خواہشات بھی دی گئیں، شیطان کو بھٹکانے کی اجازت دے کر کھلی چھوٹ دی گئی، انسانوں کو بھی کھلی آزادی و اختیار دیا گیا کہ وہ اپنی مرضی، پسند اور چاہت سے نیکی کے راستے کو اختیار کرے یا گناہ اور نافرمانی کے راستے کو اختیار کرے، چاہے تو اپنے آپ کو جنتی بنائے یا دوزخی بنائے، چاہے تو شیطان کا چیلا بن کر نفسانی خواہشات والی من چاہی زندگی گذارے یا شیطان سے مقابلہ کر کے نفس پر قابو پا کر رب چاہی زندگی گذارے۔

(۱) اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی کو نظر نہیں آتا اس لئے انسان کا سب سے پہلا اور لازمی امتحان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بغیر دیکھے صحیح طور پر پہچانے اور اس پر ویسے ہی ایمان لائے جیسے صحابہ کرامؓ ایمان لائے تھے۔

(۲) دنیا میں امتحان کی خاطر کچھ انسانوں کو اجالے یعنی اللہ کو جاننے اور پہچاننے والے ماحول میں پیدا کیا گیا ہے جن کو مسلمان کہتے ہیں اور کچھ انسانوں کو اندھیرے والے ماحول یعنی اللہ کو نہیں پہچاننے والے ماحول میں پیدا کیا گیا ہے، ان کو غیر مسلم کہا جاتا ہے، دونوں ماحول کے انسانوں سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے، صرف امتحان کے لئے ان کو الگ الگ ماحول میں پیدا کیا گیا ہے، ایسا نہیں کہ جو اجالے میں پیدا کئے گئے ہیں اور مسلم کہلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت ہے اور جو اندھیرے میں پیدا کئے گئے ہیں غیر مسلم کہلاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے نفرت کرتا ہے، ایسا بالکل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ دونوں کو الگ الگ ماحول میں رکھ کر امتحان لے رہا ہے، دونوں کو صحیح فطرت پر پیدا کیا ہے۔

اجالے والے انسانوں کا امتحان! لوگ اجالے یعنی مسلم ماحول میں پیدا کئے گئے ہیں ان کا امتحان اس طرح لیا جا رہا ہے کہ وہ مسلمان ماں باپ سے پیدا ہو کر باشعور مسلمان بنیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی مرضی سے مسلمان ماحول میں پیدا کیا، اب وہ اپنی مرضی اور پسند سے مسلمان بنیں، صرف نسلی اور خاندانی مسلمان نہ رہیں، شعوری طور پر ایمان لائیں، صرف باپ دادا کے طریقے ہی پر اللہ کو ماننے والے بے شعور مسلمان نہ رہیں، زندگی کے ہر قدم پر

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبدیت وبندگی کریں۔

دنیا میں جب بھی ان کو حکومت واقتدار دیا جائے تو ان کا پارلیمنٹ ان کی عدالت ان کی معاشرت وغیرہ سب کچھ اسلام پر ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کے نمائندے بن کر اللہ تعالیٰ کے قانون واحکام کو نافذ کرکے اللہ تعالیٰ کی بڑائی قائم کریں اور اپنے بنائے ہوئے قانون نافذ نہ کریں، غیر مسلم ماحول کی سختیوں اور زیادتیوں کو برداشت کرکے یکطرفہ صبر کرکے ان کے سامنے اسلام کا مظاہرہ زندگی کے ہر شعبہ سے کریں اور ان کو اجالے کی دعوت دیتے رہیں اور ان کے سامنے قرآن وسنت کی چلتی پھرتی مثال بنیں، اگر انہوں نے یہ کام نہیں کیا تو دنیا کے دوسرے لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کرنے کے وہ بھی سب سے پہلے ذمہ دار ہوں گے۔

<u>اندھیرے والے انسانوں کا امتحان!</u> اندھیرے والے انسان یعنی غیر مسلموں کا امتحان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل وشعور اور ضمیر عطا فرمایا، فطری طور پر اچھے برے، نیکی وبدی کی تمیز بھی دی گئی، حق وباطل کو سمجھنے کی صلاحیت بھی دی گئی، ان پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ حق کی روشنی تلاش کریں یا حق کی طرف ان کو بلایا جائے تو وہ فوراً اندھیرے کو چھوڑ کر اجالے میں آجائیں، اپنے مالک وپروردگار کو پیغمبر کی تعلیمات کے مطابق پہچانیں اور ایمان لائیں اور شرک وکفر سے فوراً توبہ کریں، اگر انہوں نے موت سے کچھ دیر پہلے بھی توبہ کرلی اور ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ ان کے سارے گناہ معاف کردے گا۔

(۳) اسی طرح انسانوں کے لئے یہ بھی امتحان ہے کہ وہ اسباب کے بیچ رہ کر اسباب سے اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ ہی سے نفع ونقصان کی امید رکھیں، اسباب میں خدائی طاقت نہ مانیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے دنیا کو کچھ اس طرح سے بنایا ہے کہ اس میں ہر انسان کی زندگی چوبیس گھنٹے امتحان ہی امتحان بنی ہوئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کسی کو دولتمند بنا کر امتحان لے رہا ہے، کسی کو غریب بنا کر امتحان لے رہا ہے، کسی کو صحت دے کر امتحان لے رہا ہے، کسی کو بیمار بنا کر امتحان لے رہا ہے، کسی کو حکومت واقتدار اور طاقت دے کر امتحان لے رہا ہے، کسی کو محکوم بنا کر امتحان

لے رہا ہے، کسی کو خوشی وراحت دے کر اور کسی کو غم اور مصیبت میں مبتلا کر کے امتحان لے رہا ہے، کسی کو کامیابی دے کر اور کسی کو ناکام بنا کر امتحان لے رہا ہے، اسی طرح کسی کو مرد اور کسی کو عورت ،کسی کو باپ، بیٹا، بھائی اور شوہر اور کسی کو ماں، ،بہن، بیٹی اور بیوی بنا کر امتحان لے رہا ہے۔

اس تشریح سے یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ میں آتی ہے کہ اگر کسی کو دولت، صحت اور اقتدار یا خوشی اور کامیابی ملی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی دلیل نہیں ہے اور اگر کسی کو غریبی، بیماری، غلامی یا غم ومصیبت ملا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی دلیل نہیں ہے، اگر کوئی شوہر، بیوی، ماں، باپ، اولاد سے محروم رکھا گیا ہے تو وہ اللہ کی ناراضی نہیں بلکہ وہ بھی امتحان ہے۔

(۵) دنیا میں بہت سی چیزوں کو حرام قرار دے کر بھی امتحان لیا جا رہا ہے۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو حرام، ناپاک اور ناجائز قرار دے کر ان کے استعمال سے ممانعت کر دی ہے اور بہت سی چیزوں کو پاک، حلال اور جائز قرار دے کر امتحان لیا جا رہا ہے، ان میں انسانوں کے لئے فائدہ بھی ہے اور امتحان بھی، جن چیزوں کو حرام اور ناپاک اور ناجائز قرار دیا ہے ان میں انسانوں کے لئے نقصان اور خرابی ہے۔